بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان
Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر: منصور احمد

جلد: 75/شمارہ:44-43/ 22تا29/اکتوبر 2026ء،10تا17جمادی الاول 1448 ہجری قمری، 22تا29/اخاء 1405 ہجری شمسی (www.akhbarbadr.in)

ارشاد باری تعالیٰ

علم و دانش کی فضیلت اور اہلِ علم کا بلند مقام

قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ (سورۃ الزمر:10)

ترجمہ: تو پوچھ کہ کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟ یقیناً عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔

ارشاد نبوی ﷺ

بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں

عَنۡ کَثِیۡرِ بۡنِ قَیۡسٍ، قَالَ "کُنۡتُ جَالِسًا مَعَ اَبِی الدَّرۡدَاءِ فِیۡ مَسۡجِدِ دِمَشۡقَ، فَجَاءَہُ رَجُلٌ، فَقَالَ یَا اَبَا الدَّرۡدَاءِ، اِنِّیۡ جِئۡتُکَ مِنۡ مَدِیۡنَۃِ الرَّسُوۡلِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ لِحَدِیۡثٍ بَلَغَنِیۡ اَنَّکَ تُحَدِّثُہُ عَنۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، مَا جِئۡتُ لِحَاجَۃٍ، قَالَ فَاِنِّیۡ سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ، یَقُوۡلُ " مَنۡ سَلَکَ طَرِیۡقًا یَطۡلُبُ فِیۡہِ عِلۡمًا سَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ طَرِیۡقًا مِنۡ طُرُقِ الۡجَنَّۃِ، وَاِنَّ الۡمَلَائِکَۃَ لَتَضَعُ اَجۡنِحَتَہَا رِضًا لِطَالِبِ الۡعِلۡمِ، وَاِنَّ الۡعَالِمَ لَیَسۡتَغۡفِرُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوَاتِ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ وَالۡحِیۡتَانُ فِیۡ جَوۡفِ الۡمَاءِ، وَاِنَّ فَضۡلَ الۡعَالِمِ عَلَی الۡعَابِدِ کَفَضۡلِ الۡقَمَرِ لَیۡلَۃَ الۡبَدۡرِ عَلٰی سَائِرِ الۡکَوَاکِبِ، وَاِنَّ الۡعُلَمَاءَ وَرَثَۃُ الۡاَنۡبِیَاءِ، وَاِنَّ الۡاَنۡبِیَاءَ لَمۡ یُوَرِّثُوۡا دِیۡنَارًا وَلَا دِرۡہَمًا وَرَّثُوا الۡعِلۡمَ فَمَنۡ اَخَذَہٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ" [سنن ابی داود/کتاب العلم/حدیث: 3641]

حضرت کثیر بن قیسؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا: اے ابوالدرداء! میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے اس حدیث کے لیے آیا ہوں جس کے متعلق مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں میں آپ کے پاس کسی اور غرض سے نہیں آیا ہوں، اس پر ابوالدرداء نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ”جو شخص طلب علم کے لیے راستہ طے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اسے جنت کی راہ چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی بخشش کی دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ مچھلیاں پانی میں دعائیں کرتی ہیں، اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کی تمام ستاروں پر، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، اور نبیوں نے اپنا وارث درہم و دینار کا نہیں بنایا بلکہ علم کا وارث بنایا تو جس نے علم حاصل کیا اس نے ایک وافر حصہ لیا“۔

تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اِس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے* سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو۔ اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔“

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد نمبر 20 ص 409)

نیز فرمایا: ”جاننا چاہئے کہ جس طرح مال تجارت سے بڑھتا ہے اور پھولتا ہے۔ ایسا ہی علم عملی مزاولت سے اپنے روحانی کمال کو پہنچتا ہے۔ سو علم کو کمال تک پہنچانے کا بڑا ذریعہ عملی مزاولت ہے۔ مزاولت سے علم میں نور آ جاتا ہے اور یہ بھی سمجھو کہ علم کا حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچنا اور کیا ہوتا ہے۔ یہی تو ہے کہ عملی طور پر ہر ایک گوشہ اس کا آزمایا جائے۔ چنانچہ اسلام میں ایسا ہی ہوا۔ جو کچھ خدا تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ سے لوگوں کو سکھایا ان کو یہ موقع دیا کہ عملی طور پر اس تعلیم کو چمکاویں اور اس کے نور سے پر ہو جاویں۔“

(روحانی خزائن جلد 10، اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ نمبر 446)

اقتباس از تفسیر کبیر

علم اور شعور میں فرق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 10 کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:

یَشۡعُرُوۡنَ شَعَرَ سے مضارع جمع غائب کا صیغہ ہے اور شَعَرَہٗ کے معنے ہیں عَلِمَ بِہٖ اس کو جانا۔ شَعَرَ لِکَذَا: فَطِنَ لَہٗ۔ اس کو خوب سمجھ لیا۔ عَقَلَہٗ۔ اس کو جان لیا۔ وَ اَحَسَّ بِہٖ۔ اس کو محسوس کیا (اقرب)

تاج العروس میں ہے اَلشِّعۡرُ ھُوَ الۡعِلۡمُ بِدَقَائِقِ الۡاُمُوۡرِ وَ قِیۡلَ ھُوَ الۡاِدۡرَاکُ بِالۡحَوَاسِّ کہ شعر علم کی وہ قسم ہے جس کے ذریعہ سے امور کی باریکیاں معلوم ہوسکیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ حواس کے ذریعہ سے کسی امر کو معلوم کر لینا شعر کہلاتا ہے۔ نیز لکھا ہے کہ لَا یَشۡعُرُوۡنَ کی جگہ لَا یَعۡقِلُوۡنَ استعمال نہیں کر سکتے کیونکہ اکثر اوقات ایک چیز معقول تو ہوتی ہے لیکن محسوس نہیں ہوتی۔ شعور اور علم میں یہ فرق ہے کہ شعور ایک حِسّ باطنی کے متعلق ہے جو بلا سامانِ ظاہری بھی اپنا کام کرتی ہے لیکن علم بیرونی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ممکن ہے علم کا اثر قلب پر نہ ہو لیکن شعور کا بالضرور ہوتا ہے۔ پس وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ کے معنے ہوں گے۔ وہ سمجھتے نہیں۔

(تفسیر کبیر جلد 1، صفحہ 242، البقرۃ 2)

اخبار احمدیہ

الحمد للہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 16/اکتوبر 2026 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جس کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ نمبر 16 پر ملاحظہ فرمائیں۔ احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، فعال درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر، نگران بدر بورڈ قادیان

اداریہ

شرائط بیعت پر عمل اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی دردمندانہ نصائح

سرور کائنات حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے امام مہدی کی خوشخبری عطا فرماتے ہوئے اسکی بیعت کرنے کا تاکیدی ارشاد فرمایا تھا۔ آپؐ نے فرمایا تھا:

فَاِذَا رَاَیْتُمُوْہُ فَبَایِعُوْہُ وَلَوْحَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ۔

(ابوداؤد باب خروج المھدی)

کہ جب بھی تمہیں اس کا علم ہوجائے تو فوراً اسکی بیعت کرلینا خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل جانا پڑے کیونکہ وہ خدا کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب 1882ء میں براہین احمدیہ تصنیف فرمائی تو کئی بزرگوں نے آپ کو پہچان لیا کہ آپ وہی امام مہدی ہیں جن کی خوشخبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی اور انہوں نے درخواست کی کہ آپ ہماری بیعت لیں۔ لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ابھی بیعت لینے کا ارشاد نہیں ہوا ہے۔ بالآخر 1888ء میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم ہوا اور آپ کو الہام ہوا:

اِذَا عزمتَ فتوکلْ علی اللہ وَاصنع الفُلکَ بِاَعْیُنِنَاوَوَحْیِنَا۔ الذین یبایِعو نک انما یبایعون اللہ یَدُاللہِ فوق اَیْدِیْھِمْ۔ (اشتہار یکم دسمبر 1888ء صفحہ 2)

یعنی جب تُو عزم کرلے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر اور ہمارے سامنے اور ہماری وحی کے تحت کشتی تیار کر جو لوگ تیرے ہاتھ پر بیعت کریں گے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہوگا۔‘‘

چنانچہ 04 /مارچ 1889ء کو حضور علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا اور بیعت کی اغراض و مقاصد اور بیعت کرنے والوں کے لئے عظیم الشان پیشگوئیوں اور خوشخبریوں کا ذکر فرمایا اور اس کے لئے دس شرائط بیعت مقرر فرمائیں اور پھر 23/مارچ 1889ء کو پہلی بار سلسلہ بیعت کا آغاز فرمایا۔ یہ بیعت لُدھیانہ میں حضرت صوفی جان صاحب کے مکان میں لی گئی اور پہلی بیعت کرنے والے حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ تھے جن کو بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے پہلے خلیفہ کے منصب پر فائز فرمایا۔ آپ نے بیعت کے لئے ایک رجسٹر تیار کیا اور اس کا نام رکھا ’’بیعت توبہ برائے تقویٰ وطہارت‘‘

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ جب 2003ء میں منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے پہلے سال ہی جلسہ سالانہ برطانیہ کے اپنے اختتامی خطاب میں دس شرائط بیعت میں سے پہلی تین شرائط پر تفصیل سے سمجھاتے ہوئے روشنی ڈالی اور خطاب کے آخر پر فرمایا:

’’ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں سچا اور پکا احمدی مسلمان بنائے۔ ہمیں اپنے عہد بیعت پر قائم رہنے اور اس پر عمل کرنے والا بنائے۔‘‘

اور پھر اُسی سال جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر 24 /اگست 2003ء کو اختتامی خطاب میں چوتھی پانچویں اور چھٹی شرط بیعت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ پھر 29/اگست شیورٹ حالے فرینکفرٹ (جرمنی) میں اپنے خطبہ جمعہ میں ساتویں اور آٹھویں شرط بیعت پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور نویں شرط بیعت پر خطبہ جمعہ 12/ستمبر 2003ء میں لنڈن میں اور دسویں شرط بیعت پر تفصیل کے ساتھ اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 19/ستمبر 2003ء میں روشنی ڈالی۔ گویا حضور اقدس نے اپنی خلافت کے پہلے سال ہی احباب جماعت عالمگیر کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بیان فرمودہ دس شرائط بیعت کے حوالہ سے کھول کھول کر سمجھادیا اور فرمایا:

’’ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے کئے ہوئے تمام عہدوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کی تمام شرائط بیعت پر ہم مضبوطی سے قائم رہیں آپ کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنی زندگی کو بھی جنت نظیر بنادیں اور اگلے جہان کی جنتوں کے بھی وارث ٹھہریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ آمین۔

(خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ 19/ستمبر 2003ء بمقام مسجد فضل لنڈن)

اب پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ لگاتار اپنے خطابات میں انہی شرائط بیعت کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ چنانچہ جلسہ سالانہ قادیان 2025ء کے موقعہ پر 28/دسمبر کو حضور انور نے ارشاد فرمایا کہ شرائط بیعت کو فریم کرواکر اپنے گھروں میں ایسی جگہ پر لگائیں جہاں نظر پڑتی رہے۔ اس کے بعد جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء کے خطاب میں حضور اقدس نے تفصیل سے شرائط بیعت کو اپنی عملی زندگیوں میں ڈھالنے کے متعلق ارشاد فرمایا اور پھر اس نصیحت کو جاری رکھتے ہوئے جرمنی کے جلسہ سالانہ میں اور اب برطانیہ میں منعقد ہونے والے ذیلی تنظیموں کے اجتماعات میں بھی نہایت درد بھرے دل کے ساتھ شرائط بیعت پر عمل کرنے اور اپنی زندگیوں میں ڈھالنے کی نصیحت فرمائی ہے۔

حضور اقدس کا مسلسل شرائط بیعت کا ذکر کرنا اور بار بار احباب جماعت کو توجہ دلانا ہمیں یہ سمجھاتا ہے کہ ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی شرائط بیعت کو غور سے پڑھیں اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن و حدیث کی روشنی میں کھول کھول کر اور تفصیل کے ساتھ ہمیں سمجھایا ہے اس کو بار بار پڑھیں اور اس روحانی غذا کو جزو بدن بنائیں۔

آج دُنیا خدا کو بھول کر اور اس کا انکار کرکے بدامنی اور بے حیائی کی طرف بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ایسے میں احمدیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس تعلیم پر دل و جان سے عمل کریں جو کہ اللہ کے اذن اور حکم سے حضور اقدس نے اس زمانہ میں پیش فرمائی ہے اور پھر اہل دنیا کو بھی پیار و محبت اور دلی ہمدردی کے ساتھ اس سے روشناس کرائیں۔ اور روشناس کرانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم خود بے خوف ہو کر اسلامی تعلیم پر عمل کریں تب ہی ہمارے نیک نمونہ سے دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق مل سکتی ہے۔ حضور انور نے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر اپنے خطاب فرمودہ 06/ستمبر 2026ء میں فرمایا:

’’ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو پتہ لگتا ہے کہ اس معاشرے میں جب ہم معاشرے سے خوفزدہ ہو کر اسلامی تعلیم پر عمل کرنے سے شرمانا شروع ہوجاتے ہیں تو پھر اس شرماہٹ کا جو آخری نتیجہ نکلتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دنیوی کاموں کے حرج کے خوف سے ہم اپنے دینی فرائض جو عبادت کے فرائض ہیں ان کو بھول جاتے ہیں نمازوں کو ہم وقت پر ادا نہیں کرتے۔‘‘

حضور انور نے شرائط بیعت کے تمام نکات کو مدنظر رکھتے ہوئے دردمندانہ نصیحت فرمائی کہ:

- موحد بنو شرک سے بچو
- بدنظری سے بچو
- نفسانی جوشوں سے بچو
- فسق و فجور سے بچو
- امانت میں خیانت نہ کرو
- نماز کی پابندی کرو
- تہجد پڑھو
- تسبیح وتحمید اور درود شریف کی طرف توجہ کرو
- آپس کے جھگڑوں سے دور رہو
- اپنے معافی کے معیاروں کو وسیع کرو

فرمایا: تب ہی ایک حسین معاشرہ قائم ہوگا جو جماعت احمدیہ قائم کرنا چاہتی ہے اور وہ معاشرہ قائم ہوگا جس کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تھے اور وہ معاشرہ قائم ہوگا جس کیلئے آپ نے ہم سے بیعت لی تھی۔ اگر یہ نہیں تو پھر ہمارے دعوے غلط ہیں کہ ہم نے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرنا ہے۔ انقلاب تو اسی صورت میں پیدا ہوسکتا ہے کہ جب ہم اپنی حالتوں کو دُرست کریں گے۔ اپنے آپ کو اعتقادی لحاظ سے بھی روحانی لحاظ سے بھی اور عملی لحاظ سے بھی بہتر کرنے کی کوشش کریں گے اور وہ پاک معاشرہ قائم کریں گے جو دنیا میں فسادوں کو ختم کرنے والا معاشرہ ہو جو دنیا میں محبت اور پیار پیدا کرنے والا معاشرہ ہو جو دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کو قائم کرنے والا معاشرہ ہو جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کو قائم کرنے والا معاشرہ ہو۔ اللہ کرے کہ ہم اس پر عمل کرنے والے ہوں آمین۔

(خلاصہ اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 06/ستمبر 2026ء۔ بدر (17/ستمبر 2026ء)

***

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہودؑ

اوّل:۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم:۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم:۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم:۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضاء ہوگا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم:۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہواوہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم:۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم:۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم:۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم:۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض لِلّٰہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ 12/جنوری 1889ء)

خطبہ جمعہ

’’آج کل لوگوں کے خیال میں تہذیب یہ ہے کہ انسان دنیا کا کیڑا بن جائے۔ خدا کو بھول جائے اور ظاہری اسباب کی پرستش میں لگ جائے۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک تہذیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ حاصل ہو جائے اور اس کی عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھ جائے اور دل کو سچی پاکیزگی حاصل ہو جائے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

مَیں مرزا صاحبؑ کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا قائل ہوں۔ بڑے بڑے نیک لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ قانونی مشورہ پر انہوں نے اپنا بیان تبدیل کرلیا۔ صرف مرزا صاحبؑ کو ہی میں نے ایسا پایا ہے کہ جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا (روایت غیر از جماعت وکیل)

’’مَیں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہو گا۔ میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

’’ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل بایار والی بات ہونی چاہیے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

’’ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہو گا جو خدا کا ارادہ ہو گا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکّل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

’’بھروسہ اسباب پر ہر گز نہ چاہیے بلکہ یوں چاہیے کہ اسباب کو مہیا کر کے پھر بھروسہ خدا پر کرنا چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو ان اسباب کو مفید بناوے اور اسی سے پھر بھی دعا کرنی چاہیے کیونکہ اسباب پر نتائج مرتب کرنا تو اسی کا کام ہے اور یہی توکّل ہے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

’’خدا شناسی اور خدا پر توکّل اسی کا نام ہے کہ جو حدیں لوگوں نے مقرر کی ہوئی ہیں ان سے آگے بڑھ کر رجا پیدا ہو‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت اقدسؑ نے مولوی [عبد الکریم سیالکوٹی] صاحبؓ کی بیماری میں اپنی کمال محبت اور ایثار کا اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکّل کا نمونہ دکھایا وہ ایک اہلِ بصیرت کے لئے کافی ثبوت ہے حضرت اقدسؑ کے مِن جانب اللہ ہونے کا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا سچا تعلق ہونے کا اور اس بات کا کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آج اُمّت میں دیکھنا چاہے تو حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ سے بڑھ کر اَور کوئی نہیں چاہے کوئی تمام دنیا میں ڈھونڈھے (ایک روایت)

’’توکّل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتّی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ خدا تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد و تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ ان کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزلِ مقصود پر پہنچا‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

’’اسباب سے کام لینا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کے مترادف ہے اور ترکِ اسباب شریعتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔ توکّل کا مقام اس کے بعد ہے۔ یعنی یہ کہ اسباب کو اختیار کر کے انہی پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ سچی معرفت یہ ہے کہ اسباب کے پیچھے خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو دیکھا جائے‘‘ (حضرت مسیح موعودؑ)

انبیاء کی عجیب شان ہوتی ہے کہ وہ ایک طرف تو اسباب کی اتنی رعایت کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کی نظر میں انہی اسباب کے ہاتھ میں سارا قضاء و قدر کا معاملہ ہے اور اگر ان کی رعایت نہ رکھی گئی تو پھر کام نہیں بن سکتا۔ اور دوسری طرف ان کو خدا کی ذات پر اس درجہ توکّل ہوتا ہے کہ اسباب کو وہ ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتے ہیں

خدا کے مقرب بندوں کے توکّل کی بھی ایک عجیب شان ہوتی ہے۔ ایک طرف وہ اسباب کو اس طرح بروئے کار لاتے ہیں کہ ایک دنیادار یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ شاید ان کا سارا بھروسہ اسباب پر ہی ہوتا ہے لیکن کبھی وہ اسباب کو اس طرح ترک کرتے ہیں کہ جیسے ان کی ضرورت ہی نہیں۔ توکّل کی یہ شان بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں ہمیں نظر آتی ہے

توکّل علی اللہ کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی نصائح اور سیرتِ طیّبہ کے ایمان افروز واقعات

مکرم محمد عطاء الرحمٰن صاحب آف بھرت پور، مغربی بنگال، انڈیا،

مکرمہ خدیجہ صدیقہ پونتو صاحبہ آف انڈونیشیا اور مکرم عبد الجلیل صاحب آف انڈونیشیا کی وفات پر مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 02/ اکتوبر 2026ء بمطابق 02/ اخاء 1405 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر، ادارہ الفضل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

اپنی ابتدائی زندگی سے ہی اللہ تعالیٰ کے فضل، اس کا آپؑ سے سلوک اور آپؑ کا اللہ تعالیٰ پر توکّل

جو تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’عرصہ تخمیناً تیس برس کا ہوا ہے کہ جب میرے والد صاحب خدا اُن کو غریقِ رحمت کرے اپنی آخری عمر میں بیمار ہوئے تو جس روز اُن کی وفات مقدر تھی دوپہر کے وقت مجھ کو الہام ہوا۔ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ۔‘‘ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ قسم ہے آسمان کی اور رات کو ظاہر ہونے والے کی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں۔ ’’اور ساتھ ہی دل میں ڈالا گیا کہ یہ ان کی وفات کی طرف اشارہ ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد پڑے گا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندہ کو عزا پُرسی‘‘ یعنی تعزیت کرنا ’’تھی۔ تب میں نے سمجھ لیا کہ میرے والد صاحب غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائیں گے اور کئی اَور لوگوں کو اس الہام کی

خبر دی گئی اور مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس پر جھوٹ بولنا ایک شیطان اور لعنتی کا کام ہے کہ ایسا ہی ظہور میں آیا اور اس دن میرے والد صاحب کی اصل مرض جو درد گردہ تھی دور ہو چکی تھی صرف تھوڑی سی زحیر باقی تھی ’’یعنی پیچش کا مرض تھا لیکن اس میں بھی ایسی نہیں تھی کہ کوئی بہت زیادہ کمزوری ہو۔ ’’اور اپنی طاقت سے بغیر کسی سہارے کے پاخانہ میں جاتے تھے۔ جب سورج غروب ہوا اور وہ پاخانہ سے آکر چارپائی پر بیٹھے تو بیٹھتے ہی جان کندن‘‘ یعنی جان نکلنے ’’کا غرغرہ‘‘ جو آواز ہوتی ہے نزع کی حالت کی وہ ’’شروع ہوا۔‘‘ سانس رک رک کے آنے لگا۔ آپؑ فرماتے ہیں: ’’اسی غرغرہ کی حالت میں انہوں نے مجھے کہا کہ دیکھا یہ کیا ہے اور پھر لیٹ گئے اور پہلے اس سے مجھے کبھی اس بات کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا کہ کوئی شخص غرغرہ کے وقت میں بول سکے اور غرغرہ کی حالت میں صفائی اور استقامت سے کلام کر سکے۔ بعد اس کے عین اس وقت جب کہ آفتاب غروب ہوا وہ اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے… اور یہ ان سب الہاموں سے پہلا الہام اور پہلی پیشگوئی تھی جو خدا نے مجھ پر ظاہر کی۔ دوپہر کے وقت خدا نے مجھے اس کی اطلاع دی کہ ایسا ہونے والا ہے اور غروب کے بعد یہ خبر پوری ہوگئی اور مجھے فخر کی جگہ ہے اور میں اس بات کو فراموش نہیں کروں گا کہ میرے والد صاحب کی وفات کے وقت خدا تعالیٰ نے میری عزاپرسی کی اور میرے والد کی وفات کی قسم کھائی جیسا کہ آسمان کی قسم کھائی۔ جن لوگوں میں شیطانی روح جوش زن ہے وہ تعجب کریں گے کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا کسی کو اس قدر عظمت دے کہ اس کے والد کی وفات کو ایک عظیم الشان صدمہ قرار دے کر اس کی قسم کھاوے مگر میں پھر دوبارہ خدائے عزّوجلّ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ حق ہے اور وہ خدا ہی تھا جس نے عزاپرسی کے طور پر مجھے خبر دی اور کہا کہ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ اور اسی کے موافق ظہور میں آیا…‘‘۔

آپؑ فرماتے ہیں: ’’جب مجھے یہ خبر دی گئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیں گے تو بموجب مقتضائے بشریت کے‘‘ یعنی بشریت کا تقاضا ہے انسان کو فکر ہوتی ہے تو ’’مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا اور چونکہ ہماری معاش کے اکثر وجوہ انہیں کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے جو ان کی حیات سے مشروط تھی۔‘‘ زندگی تک ان کو بعض حقوق حاصل تھے گورنمنٹ کی طرف سے۔ ’’اس لئے یہ خیال گذرا کہ ان کی وفات کے بعد کیا ہوگا اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ شائد تنگی اور تکلیف کے دن ہم پر آئیں گے اور یہ سارا خیال بجلی کی چمک کی طرح ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں دل میں گذر گیا۔ تب اسی وقت غنودگی ہو کر یہ دوسرا الہام ہوا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس الہام الٰہی کے ساتھ ایسا دل قوی ہو گیا کہ جیسے ایک سخت دردناک زخم کسی مرہم سے ایک دم میں اچھا ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہ امر بارہا آزمایا گیا ہے کہ وحی الٰہی میں دلی تسلی دینے کے لئے ایک ذاتی خاصیت ہے اور جڑھ اس خاصیت کی وہ یقین ہے جو وحی الٰہی پر ہو جاتا ہے۔…‘‘ یعنی آپؑ کو یہ یقین تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مَیں کافی ہوں تمہارے لیے۔ کیا خدا کافی نہیں؟ اب مجھے یقین ہے۔ مجھے اَور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ کسی پہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اللہ تعالیٰ پر ہی میرا توکّل ہے۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ ’’غرض

جب مجھ کو الہام ہوا کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ
تو میں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا

تب میں نے ایک ہندو کھتری ملاوامل نام کو جو ساکن قادیان ہے اور ابھی تک زندہ ہے وہ الہام لکھ کر دیا اور سارا قصہ اس کو سنایا اور اس کو امرتسر بھیجا کہ تا حکیم مولوی محمد شریف کلانوری کی معرفت اس کو کسی نگینہ میں کھدوا کر اور مہر بنوا کر لے آوے اور میں نے اس ہندو کو اس کام کے لئے محض اس غرض سے اختیار کیا کہ تا وہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا گواہ ہو جائے اور تا مولوی محمد شریف بھی گواہ ہو جاوے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے وہ انگشتری‘‘ یعنی انگوٹھی ’’بصرف مبلغ پانچ روپیہ طیار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی جو اب تک میرے پاس موجود ہے…‘‘ اور اللہ کے فضل سے اب تک یہ چلتی آرہی ہے۔ ’’یہ اس زمانہ میں الہام ہوا تھا جبکہ ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شائد اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی کو اس سے خیال کر لینا چاہیے کہ سالہا سال سے صرف لنگر خانہ کا ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار تک خرچ ہو جاتا ہے یعنی اوسط کے حساب سے اور دوسری شاخیں مصارف کی یعنی مدرسہ وغیرہ اور کتابوں کی چھپوائی اس سے الگ ہے۔ پس دیکھنا چاہیے کہ یہ پیشگوئی یعنی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کس صفائی اور قوّت اور شان سے پوری ہوئی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 218 تا221)

آپؑ کے اللہ تعالیٰ پر توکّل اور سچائی پر قائم رہنے کے غیر بھی معترف تھے۔

چنانچہ ملک صلاح الدین صاحب بیان کرتے ہیں: ’’ایک شخص نے ایک مجلس میں حضرت صاحبؑ کی مخالفت شروع کی تو مولوی فضل دین صاحب‘‘ جو ایک غیر احمدی وکیل تھے اور مقدمہ اقدامِ قتل میں حضرت اقدسؑ کے وکیل تھے، انہوں ’’نے نہایت جوش میں کہا کہ

مَیں مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقی کمال کا قائل ہوں۔ بڑے بڑے نیک لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ قانونی مشورہ پر انہوں نے اپنا بیان تبدیل کر لیا۔ صرف مرزا صاحب کو ہی میں نے ایسا پایا ہے کہ جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا۔

مَیں نے مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک قانونی بیان تجویز کیا اور کہا کہ ملزم کا بیان حلفی نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب نے بیان پڑھ کر کہا کہ اس میں تو جھوٹ ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو اجازت نہیں دی کہ ملزم جھوٹ بول لے۔ مَیں نے کہا کہ آپ جان بوجھ کر اپنے آپ کو بلا میں ڈالتے ہیں۔ تو مرزا صاحب نے کہا کہ جان بوجھ کر بلا میں ڈالنا یہ ہے کہ مَیں قانونی بیان دے کر ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے خدا کو ناراض کر لوں۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا خواہ کچھ بھی ہو۔‘‘ یہ غیر احمدی وکیل ہیں۔ کہتے ہیں کہ ’’اس وقت مرزا صاحب کے چہرے پر ایک خاص جلال اور جوش تھا۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ

مَیں نے کبھی وہم بھی نہیں کیا کہ آپ کی وکالت سے فائدہ ہوگا۔
میرا بھروسہ تو خدا پر ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے۔‘‘

توکّل مَیں اس پر کرتا ہوں۔ وہ جانتا ہے ہر چیز۔ فرمایا کہ ’’میرا بیان آپ کے قانونی بیان سے زیادہ موثر ہوگا۔‘‘ یہ بھی یاد رکھیں۔ مَیں نے اللہ پر توکّل کیا ہے تو اب یاد رکھ لیں کہ جو مَیں بیان دوں گا وہ آپ کے اس قانونی بیان سے زیادہ اثر کرنے والا ہے۔ اور آگے یہ بھی فرما دیا کہ ’’اگر بالفرض دنیا کی نظر میں انجام اچھا نہ ہو یعنی مجھے سزا ہو جائے تو مَیں خوش ہوں گا کہ مَیں نے اپنے ربّ کی نافرمانی نہیں کی۔ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ مرزا صاحب اپنے بیان پر بری ہو گئے۔‘‘ یہ وکیل کہتے ہیں کہ

’’مَیں انہیں ایک کامل راستباز یقین کرتا ہوں
اور میرے دل میں ان کی بہت بڑی عظمت ہے۔‘‘

(اصحاب احمد جلد 7 صفحہ 117-116)

پس آپؑ نے صاف فرما دیا کہ وکالت تو ایک دنیاوی سبب ہے جسے استعمال کرنا چاہیے لیکن مجھے توکّل اپنے خدا پر ہی ہے۔ اس لیے مَیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور یہ یقین سے کہا کہ فیصلہ میرے حق میں ہوگا اور غیر از جماعت بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’آج کل لوگوں کے خیال میں تہذیب یہ ہے کہ انسان دنیا کا کیڑا بن جائے۔ خدا کو بھول جائے اور ظاہری اسباب کی پرستش میں لگ جائے۔ مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک تہذیب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ حاصل ہو جائے اور اس کی عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھ جائے اور دل کو سچی پاکیزگی حاصل ہو جائے۔‘‘

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 105)

اور اس توکّل اور سچی پاکیزگی کی آپؑ ایک مثال دیتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عمل کیا تھا جب عام لوگوں سے بیعت کرتے تھے۔ آپؑ بیعت کنندگان کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؑ نے فرمایا بلکہ اکثر احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے یہی فرماتے تھے کہ ’’اس جماعت میں داخل ہو کر اول زندگی میں تغیر کرنا چاہیے۔‘‘ تبدیلی پیدا کرو اپنے اندر ’’کہ خدا پر ایمان سچا ہو اور وہ ہر مصیبت میں کام آئے۔ پھر اس کے احکام کو نظرِ خفّت سے نہ دیکھا جائے۔‘‘ معمولی نہ سمجھو اللہ تعالیٰ کے احکام کو ’’بلکہ ایک ایک حکم کی تعظیم کی جائے اور عملاً اس تعظیم کا ثبوت دیا جائے۔‘‘ عملاً ثبوت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کیا جائے۔

’’ہمہ وجوہ اسباب پر سرنگوں ہونا‘‘ یعنی مکمل طور پر اسباب پر سرنگوں ہونا، ان پہ سر جھکا دینا ’’اور اسی پر بھروسہ کرنا اور خدا پر توکّل چھوڑ دینا یہ شرک ہے اور گویا خدا کی ہستی سے انکار‘‘ ہے۔ آپؑ ہر بیعت کرنے والے کو یہ نصیحت کرتے تھے۔ فرمایا کہ ’’رعایت اس حد تک کرنی چاہیے کہ شرک لازم نہ آئے۔

ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہم رعایت اسباب سے منع نہیں کرتے مگر اس پر بھروسہ کرنے سے منع کرتے ہیں۔ دست در کار دل بایار‘‘ یعنی ہاتھ کام میں ہو اور دل یادِ الٰہی میں مصروف ہو۔ ’’والی بات ہونی چاہیے۔‘‘

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 354)

پھر حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکّل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

پھر فرمایا: ’’دواؤں میں خدا تعالیٰ نے خواص شفاءِ مرض بھی رکھے ہوئے ہیں۔‘‘ دواؤں میں مرض کی شفا کے یہ خواص رکھے ہیں ’’اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ دواؤں میں تاثیرات ہوتی ہیں اور امراض کے معالجات ہوا کرتے ہیں۔ مگر ان اسباب پر بھروسہ کر لینا اور یہ گمان کرنا کہ انہی کے ذریعہ سے نجات اور کامیابی ہو جاوے گی یہ سخت شرک اور کفر ہے۔

بھروسہ اسباب پر ہرگز نہ چاہیے بلکہ یوں چاہیے کہ اسباب کو مہیا کر کے پھر بھروسہ خدا پر کرنا چاہیے کہ اگر وہ چاہے تو ان اسباب کو مفید بناوے اور اسی سے پھر بھی دعا کرنی

چاہیے کیونکہ اسباب پرنتائج مرتب کرنا تو اسی کا کام ہے اور یہی توکّل ہے۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 340،ایڈیشن 2022ء)

مجلس میں کچھ بیماریوں کا ذکر تھا۔آپؑ نے فرمایا:”میرا مذہب بیماریوں کے دعا کے ذریعہ سے شفا کے متعلق ایسا ہے کہ جتنا میرے دل میں ہے اتنا میں ظاہر نہیں کرسکتا“ میرے کیا خیالات ہیں، جو میرے دل میں ہیں ان کو میں بتا نہیں سکتا۔آپؑ نے فرمایا کہ ”طبیب ایک حد تک چل کر ٹھہر جاتا ہے۔“ علاج کرنے والا ہے ڈاکٹر ہے ایک حد تک جاتا ہے پھر ٹھہر جاتا ہے ”اور مایوس ہوجاتا ہے۔“ اکثر لوگ اب بھی خط لکھتے ہیں کہ مایوس ہو گئے۔ ڈاکٹر نے جواب دے دیا ”مگر اس کے آگے خدا دعا کے ذریعہ سے راہ کھول دیتا ہے۔

خداشناسی اور خدا پر توکّل اسی کا نام ہے

کہ جو حدیں لوگوں نے مقرر کی ہوئی ہیں ان سے آگے بڑھ کر رجا پیدا ہو“

یعنی اس سے بڑھ کے امید پیدا ہو“ ورنہ اس میں تو آدمی زندہ ہی مرجاتا ہے۔اسی جگہ سے اللہ تعالیٰ کی شناخت شروع ہوجاتی ہے۔“ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 161-160،ایڈیشن 2022ء)

جو آپؑ نے مجلس میں جہاں ذکر کیا تھا وہ الحکم میں تھا۔ بدر میں فقرہ زائد ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ

”ہمارا تو اصل مذہب یہی ہے کہ اگر تمام دنیا کے طبیب ناامید ہوجائیں اور موت کا فتویٰ لگائیں پھر بھی روحانی اسباب کے میسّر آنے پر اور کافی توجہ کے پیدا ہونے پر دعا قبول ہوکر شفا ہوجاتی ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 160حاشیہ، ایڈیشن 2022ء)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی علالت کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متوکّلانہ شان

کا اظہار کرتے ہوئے شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ ”اصل میں یہ وقت ہوتا ہے کسی کی سچی محبت اور اخلاص کو پرکھنے کا اور نیز اس بات کا کہ اسے خدا تعالیٰ کی قوّت پر کیسا ایمان ہے اور اس کا تعلق خدا کے ساتھ کیسا ہے؟ کیونکہ ایسی نازک حالت میں خصوصاً جبکہ معالج ڈاکٹر اور طبیب بھی یاس کے عالَم میں ہوں سوائے ایسے لوگوں کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا ہو کوئی ثابت قدم نہیں رہ سکتا اور

حضرت اقدسؑ نے مولوی صاحبؓ کی بیماری میں اپنی کمال محبت اور ایثار کا اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ اور توکّل کا نمونہ دکھایا وہ ایک اہل بصیرت کے لئے کافی ثبوت ہے حضرت اقدس کے مِن جانب اللہ ہونے کا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا سچا تعلق ہونے کا اور اس بات کا کہ اگر کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ آج اُمّت میں دیکھنا چاہے تو حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بڑھ کر اور کوئی نہیں چاہے کوئی تمام دنیا میں ڈھونڈھے۔“

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ حصہ دوم صفحہ 186-185)

گو حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ وفات پا گئے تھے لیکن آخر وقت تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کے لیے دعا کرتے رہے۔ اور پھر جب وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ کی رضا پہ راضی بھی ہو گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”توکّل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتّی المقدور جمع کرو اور پھر خود دعاؤں میں لگ جاؤ کہ خدا تُو ہی اس کا انجام بخیر کر۔صدہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں جو ان اسباب کو بھی برباد و تہ وبالا کرسکتے ہیں۔ان کی دست برد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود پر پہنچا۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 288 ،ایڈیشن 2022ء)

آپؑ فرماتے ہیں:”دراصل لوگوں کو شبہات پڑ گئے ہیں اس لئے وہ گناہ سے پرہیز نہیں کرتے۔ ہر ایک میں کچھ نہ کچھ غفلت کا حصہ رہ جاتا ہے۔اسی طرح خدا اب چاہتا ہے کہ یہ لوگ سمجھ لیویں جس طرح نوحؑ کے زمانہ میں اس کے بیٹے نے کہا تھا کہ مَیں پہاڑ کی پناہ میں آ گیا ہوں اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں“ طاعون کے زمانے کی آپؑ بات کر رہے ہیں ”کہ ہم ٹیکہ کی پناہ میں طاعون سے آجاویں گے۔سب سے زیادہ ضروری شَے خدا کی ہستی پر یقین ہے۔بغیر اس یقین کے اعمال میں برکات ہرگز پیدا نہیں ہوتیں...“ آپؑ نے فرمایا:” اگر لوگ آج ہی توحید پر قائم ہوجاویں تو آج ہی یہ بلا جاتی رہتی ہے۔

خدا انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے کہ توحید پر وہ قائم ہیں کہ نہیں۔بہت سے عمل توکّل کے برخلاف، توحید کے برخلاف ہوتے ہیں خواہ وہ کسی طرح سے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے مگر وہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اور یہی فسق ہے۔آج کل جس قدر اسباب پر بھروسہ ہے اس کی نظیر زمانہ سابق میں نہیں ملتی۔اگرچہ ان وقتوں میں فسق وفجور ہوتا تھا مگر خدا کا خوف بھی دلوں میں ہوتا تھا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 387،ایڈیشن 2022ء)

حضرت سید زین العابدین شاہ صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جونہی علاقہ میں یا شہر میں طاعون نمودار ہوتی تو حضورؑ نہ صرف اپنے گھر کی صفائی کا حکم دیتے۔“ اسباب کا استعمال ہو رہا ہے۔ ”بلکہ بورڈنگ ہاؤس کی صفائی کے متعلق بھی اہتمام فرماتے اور ایسا ہی تمام احباب کو حکم دیتے کہ اپنے گھروں میں گندھک اور آگ اور فینائل اور گوگل۔“ ایک درخت کا نام ہے جس سے گوند نکلتی ہے اور پھر دھونی دیتے ہیں، جراثیم کُش ہوتی ہے۔ان کا استعمال ”وغیرہ اشیاء سے جراثیم کو ہلاک کرنے کا انتظام کیا جائے۔“ یعنی چیزوں کو استعمال کرو اور ان چیزوں سے جراثیم کو ہلاک کرنے کا انتظام کرو۔ دھونی وغیرہ دو۔ فینائل کرو۔سپرے کرو۔ ”حضورؑ فرمایا کرتے تھے کہ

اسباب سے کام لینا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا ہے اور اس کے حکم کی تعمیل کے مترادف ہے اور ترک اسباب شریعت الٰہیہ کے خلاف ہے۔توکّل کا مقام اس کے بعد ہے۔یعنی یہ کہ اسباب کو اختیار کرکے انہی پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ سچی معرفت یہ ہے کہ اسباب کے پیچھے خدا تعالیٰ کے ہاتھ کو دیکھا جائے۔“ (روایات اصحاب احمد جلد 5 صفحہ 35)

طریقے سارے استعمال کیے جائیں پھر دیکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے پیچھے ہے۔یہ سوچ ہو۔یہ ایمان ہو۔

حضرت مرزا بشیر صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ”ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صفائی کا بہت خیال ہوتا تھا۔خصوصاً طاعون کے ایام میں اتنا خیال رہتا تھا کہ فینائل لوٹے میں حل کرکے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے پاخانوں اور نالیوں میں جاکر ڈالتے تھے۔“ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کہتے ہیں کہ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ”بعض اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں ایندھن کا بڑا ڈھیر لگوا کر آگ بھی جلوایا کرتے تھے تاکہ ضرر رساں جراثیم مرجاویں اور آپ نے ایک بہت بڑی آہنی انگیٹھی بھی منگوائی ہوئی تھی جسے کوئلے ڈال کر اور گندھک وغیرہ رکھ کر کمروں کے اندر جلایا جاتا تھا اور اس وقت دروازے بند کردیئے جاتے تھے اس کی اتنی گرمی ہوتی تھی کہ جب انگیٹھی کے ٹھنڈا ہوجانے کے ایک عرصہ بعد بھی کمرہ کھولا جاتا تھا تو پھر بھی وہ اندر سے بھٹی کی طرح تپتا تھا۔“ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ ”نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ

انبیاء کی عجیب شان ہوتی ہے کہ وہ ایک طرف تو اسباب کی اتنی رعایت کرتے ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ان کی نظر میں انہی اسباب کے ہاتھ میں سارا قضاء و قدر کا معاملہ ہے اور اگر ان کی رعایت نہ رکھی گئی تو پھر کام نہیں بن سکتا۔اور دوسری طرف ان کو خدا کی ذات پر اس درجہ توکّل ہوتا ہے کہ اسباب کو وہ ایک مردہ کیڑے کی طرح سمجھتے ہیں

اور ایک سطحی نظر رکھنے والا انسان اس حالت کو دیکھ کر حیرانی میں پڑ جاتا ہے لیکن دراصل بات یہ ہوتی ہے کہ جس قدر بھی رعایت وہ اسباب کی رکھتے ہیں وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ اسباب کے ہاتھ میں کوئی قضاء و قدر کی چابیاں ہیں بلکہ اس لئے ہوتی ہیں کہ اسباب خدا کے پیدا کردہ ہیں اور خدا کا احترام یہ چاہتا ہے بلکہ یہ خدا کا حکم ہے کہ اس کے پیدا کردہ اسباب کی رعایت ملحوظ رکھی جاوے۔پس

چونکہ وہ“ انبیاء ”خدا تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں سب سے اعلیٰ مقام پر کھڑے ہوتے ہیں اس لئے اسباب کی رعایت رکھنے میں بھی وہ دوسروں سے فائق نظر آتے ہیں لیکن اصل بھروسہ ان کا خدا کی ذات کے سوا اَور کسی چیز پر نہیں ہوتا۔اور دراصل یہی وہ توحید کا نکتہ ہے جس پر قائم کرنے کے لئے انبیاء مبعوث ہوتے ہیں اور غور کیا جاوے تو یہ مقام کوئی آسان مقام نہیں بلکہ ہر وقت کا مجاہدہ اور نہایت پختہ ایمان چاہتا ہے۔

عموماً لوگ اسباب کو کام میں لاتے ہوئے یہ بھول جاتے ہیں کہ اسباب کو جو بھی طاقت اور اثر حاصل ہے وہ سب خدا کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے اور اپنی ذات میں وہ ایک مردہ کیڑے سے بھی بڑھ کر حیثیت نہیں رکھتے اور یہ کمزوری ایک حد تک ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صرف رسمی طور پر خدا کو نہیں مانتے بلکہ واقعی اور حقیقتاً دل کی بصیرت کے ساتھ اس پر ایمان لائے ہیں۔“ منہ سے تو یہی کہتے ہیں لیکن ان کے اس ایمان کی حالت میں کمزوری ہوتی ہے۔ ”ہر شخص اپنے دل کے اندر غور کرکے دیکھے...“ پھر پتہ لگے گا کہ واقعی حقیقی ایمان ہے یا یہ کمزوری ہے۔

کیا مشکلات میں ہمارا انحصار اسباب پر ہے یا اللہ تعالیٰ پر کامل توکّل ہے اور اسباب کا استعمال اللہ کے حکم کے مطابق ظاہری کوشش ہے۔پس یہ چیز ہے دیکھنے والی ہر مومن کے لیے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”ایمان کہنے کو تو ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے لیکن کم ہیں، بہت ہی کم ہیں جن کے دل عملاً اس ایمان کی زندہ حقیقت سے منور ہوتے ہیں اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ بعض لوگ تو اسباب کو ترک کردیتے ہیں کہ جو ہونا ہے وہ ہو رہے گا اور اس طرح خدا کے پیدا کردہ سامانوں کی بے حرمتی کرکے خدا کی ناراضگی کا نشانہ بنتے اور نقصان اٹھاتے ہیں اور بعض اس طرح اسباب پر گرتے ہیں کہ گویا خدا کچھ بھی نہیں اور جو کچھ ہونا ہے ان اسباب سے ہونا ہے۔ یہ دونوں گروہ راہِ صَواب سے دُور اور پردۂ ظلمت میں مستور ہیں۔“ چھپے ہوئے ہیں ”اور

حق پر صرف وہی ہے جو انبیاء کی سنت پر چل کر اسباب کی پوری پوری رعایت رکھتا ہے مگر اس کا دل اس زندہ ایمان سے معمور رہتا ہے کہ ان اسباب کے پیچھے ایک اَور طاقت ہے جس کے اشارہ پر یہ سب کارخانہ چل رہا ہے اور جس کے بغیر یہ سب اسباب بالکل مردہ اور بے تاثیر ہیں مگر یہ مقام ایمان کا ایک بڑے مجاہدہ کے بعد حاصل ہوتا ہے اور اس پر قائم رہنا بھی ہر وقت کا مجاہدہ چاہتا ہے۔“

(سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 345تا347 ،روایت نمبر 382)

خدا کے مقرّب بندوں کے توکّل کی بھی ایک عجیب شان ہوتی ہے۔ ایک طرف وہ اسباب کو اس طرح بروئے کار لاتے ہیں کہ ایک دنیادار یہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ شاید ان کا سارا بھروسہ اسباب پر ہی ہوتا ہے لیکن کبھی وہ اسباب کو اس طرح ترک کرتے ہیں کہ جیسے ان کی ضرورت ہی نہیں۔ توکّل کی یہ شان بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں ہمیں نظر آتی ہے۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ” حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے دو تین سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شدید کھانسی ہوئی۔“ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ”میری عمر اس وقت 17 سال کے قریب تھی اور میرے سپرد آپ کی دوائی وغیرہ پلانے کی خدمت تھی اور قدرتی طور پر جس کے سپرد کوئی کام کیا جائے وہ اس میں دخل دینا بھی اپنا حق سمجھنے لگتا ہے“ کہ ہر کام جو ہے میرے سپرد ہے، دوائی کھلانی ہے تو مَیں باقی کے معاملات میں دخل دوں۔ کہتے ہیں: ”مَیں بھی اپنی کمپاؤنڈری کا یہ حق سمجھتا تھا کہ کچھ نہ کچھ دخل آپ کے کھانے پینے میں دوں۔ چنانچہ مشورہ کے طور پر عرض کر بھی دیا کرتا تھا کہ یہ نہ کھائیں، وہ نہ کھائیں۔“ دوائی پلانے کی ڈیوٹی تھی لیکن بعض دفعہ دوسرے معاملات میں بھی دخل دیتا تھا کہ اس سے بیماری بڑھتی ہے، کم ہوتی ہے۔ ”حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے نسخے بھی تیار ہو کر استعمال ہوتے تھے اور انگریزی دوائیاں بھی مگر کھانسی بڑھتی ہی جاتی تھی۔ یہ 1907ء کا واقعہ ہے اور عبدالحکیم مرتد نے آپ کی کھانسی کی تکلیف کا پڑھ کر لکھا تھا کہ مرزا صاحب“ نعوذ باللہ ”سِل کی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہوں گے“ یعنی پھیپھڑوں میں زخم ہو جائیں گے، ٹی بی کی بیماری ہو جائے گی اور اسی میں آپؑ فوت ہو جائیں گے۔ ”اس لیے“ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ”ہمیں کچھ یہ بھی خیال تھا کہ غلط طور پر بھی اسے خوشی کا کوئی بہانہ نہ مل سکے“ اس لیے بھی مَیں بہت زیادہ احتیاط کرتا تھا اور احتیاط کی باتیں آپؑ کو بتایا کرتا تھا ”مگر آپ کو کھانسی کی تکلیف بہت زیادہ تھی اور بعض اوقات ایسا لمبا اُچھو آتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ سانس رک جائے گا۔ ایسی حالت میں باہر سے کوئی دوست آئے“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تکلیف کی اور بیماری کی یہ حالت تھی اور جب ایسی حالت تھی تو حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ وہاں میرے سامنے ہی ایک دوست باہر سے آئے ”اور تحفہ کے طور پر پھل لائے۔“ آپؑ کے لیے پھل لے کے آئے تحفہ۔ تو کہتے ہیں ”مَیں نے وہ حضورؑ کے سامنے پیش کر دیئے“ کہ یہ لائے ہیں۔ ”آپؑ نے انہیں دیکھا اور فرمایا“ کہ ان کو ”کہہ دو جَزَاكَ اللّٰهُ اور پھر ان میں سے کوئی چیز جو غالباً کیلا تھا اٹھایا اور مَیں چونکہ دوائی وغیرہ پلایا کرتا تھا اس لئے شاید مجھے سبق دینے کے لئے فرمایا کہ یہ کھانسی میں کیسا ہوتا ہے؟“ آپؑ نے کیلا اٹھایا کھانے کے لیے تو ساتھ ہی مجھ سے پوچھا کہ کھانسی کی تکلیف ہے تو کھانسی میں کیلا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ ”مَیں نے کہا اچھا تو نہیں ہوتا مگر آپؑ مسکرا پڑے“ کوئی جواب نہیں دیا صرف مسکرائے ”اور چھیل کر کھانے لگے۔ مَیں نے پھر عرض کیا کہ کھانسی بہت سخت ہے اور یہ چیز کھانسی میں اچھی نہیں۔ آپؑ پھر مسکرائے اور کھاتے رہے۔ مَیں نے اپنی نادانی سے پھر اصرار کیا کہ نہیں کھانا چاہیے۔ اس پر آپؑ پھر مسکرائے اور فرمایا مجھے ابھی الہام ہوا ہے کہ کھانسی دور ہو گئی۔ چنانچہ کھانسی اسی وقت سے جاتی رہی حالانکہ اس وقت نہ کوئی دوا استعمال کی اور نہ پرہیز کیا بلکہ بدپرہیزی کی اور کھانسی بھی دور ہو گئی۔ اگرچہ اس سے پہلے ایک مہینہ علاج ہوتا رہا تھا اور کھانسی دور نہ ہوتی تھی تو یہ الٰہی تصرّف ہے۔ یوں تو بدپرہیزی سے بیماریاں بھی ہوتی ہیں اور علاج سے صحت بھی ہوتی ہے مگر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے دخل بھی دے دیتا ہے اور

دعا کا ہتھیار اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھایا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور جا کر کہے کہ مَیں آزادی نہیں چاہتا۔ مَیں اپنے حالات سے تنگ آ گیا ہوں۔ آپ مہربانی کر کے میرے معاملات میں دخل دیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی دیکھتا ہے کہ بندہ متوکّل ہو گیا ہے اور چاہتا ہے کہ مَیں اس کے معاملات میں دخل دوں تو وہ دیتا ہے۔“

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 273 تا 275)

جب اللہ تعالیٰ پر پورا توکّل کیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے مزید انشاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن کا جنازہ مَیں نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔

اس میں پہلا ذکر ہے **مکرم محمد عطاء الرحمٰن صاحب بھرت پور، مغربی بنگال۔ انڈیا** کا جو گذشتہ دنوں چھہتر (76) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور تین بیٹے شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے مفیض الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ بوسنیا ہیں اور اسی طرح ایک بیٹے شاہ نور رحمٰن صاحب انڈیا میں معلّم ہیں۔ اسی طرح ان کے ایک داماد صابر علی صاحب بھی مربی سلسلہ ہیں۔ واقفینِ زندگی کا یہ خاندان سمجھ لیں۔ آپ کے بیٹے مفیض الرحمٰن صاحب مربی سلسلہ میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔

یہ لکھتے ہیں کہ خاندان میں احمدیت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہدِ خلافت میں آئی جب آپ کے دادا محمد قاصد صاحب نے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ اپنے علاقے کی ایک بااثر اور صاحبِ حیثیت شخصیت تھے مگر قبولِ احمدیت کے بعد انہوں نے دین کی خاطر اپنی سماجی حیثیت اور پرانے تعلقات کی قربانی کی اور ان کے زیر انتظام ان کی ایک جامع مسجد ہوتی تھی اس کو غیر احمدیوں کے سپرد کر دیا اور الگ مسجد تعمیر کروائی جو مغربی بنگال کی پہلی احمدیہ مسجد ”بیت الاوّل“ کے نام سے ہے۔ اور احمدیت قبول کرنے کے بعد ان کے خاندان کو مخالفت کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مرحوم خود بیان کرتے ہیں کہ آس پاس کے لوگوں کو ہمارے خاندان کے ہاتھ روزمرّہ ضرورت کی اشیاء فروخت کرنے سے بھی روک دیا گیا۔ مفیض الرحمٰن صاحب کے والد جو وفات پا گئے ہیں، انہوں نے لکھا کہ اتنی مخالفت ہو گئی کہ لوگوں کو ہمارے ساتھ خرید و فروخت سے بھی روک دیا۔ مختلف ذرائع سے احمدیوں کو تکلیف دی جاتی تھی۔ مجبوراً ضروری سامان کے حصول کے لیے کشتی کے ذریعہ سے دریا کا تقریباً چالیس پچاس کلومیٹر کا فاصلہ کرنا پڑتا اور وہاں سے جا کے سودا لاتے۔ ان شدید آزمائشوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ہمارے خاندان کو ایمان پر ثابت قدم رکھا۔

آپ ایک سیاسی پارٹی میں بھی شامل تھے۔ آخر ان کو آیا خیال تو یہ دنیاوی سرگرمیاں ترک کر کے خدمتِ دین کے لیے قادیان چلے آئے جہاں چند سال تعلیم اور تربیت حاصل کی اور مسجد مبارک میں کئی ماہ خدمت کی توفیق بھی ملی۔ دار المسیح اور مسجد مبارک کی خدمت کے دوران انہوں نے بعض بابرکت خوابیں بھی دیکھیں۔ قادیان کے ایام سے قرآن کریم سے گہرا عشق، عبادت میں خشوع و خضوع، تہجد کی پابندی اور دعاؤں کی عادت آپ کی زندگی کا مستقل حصہ بن گیا جس پر یہ آخر دم تک عمل پیرا رہے۔

آپ ہر جماعتی کام کو توکّل، دعا اور پوری مستعدی سے انجام دیتے تھے اور سفر، موسم یا دیگر مشکلات کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تبلیغ میں غیر معمولی برکت عطا کی۔ ان کی کوششوں سے متعدد جماعتیں قائم ہوئیں۔ کئی نوجوانوں نے زندگی وقف کی۔ بعض اوقات ذاتی خرچ سے ٹکٹ اور ان کے اہل خانہ کی ضروریات کا بھی خیال رکھتے۔ آپ کے تربیت یافتہ بہت سے لوگ آج بھی سلسلہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ تبلیغی دوروں میں جماعت کی طرف سے جو بھی گزارے یا سفر کے لیے رقم ملتی تھی اسے اپنے ذاتی اخراجات کم کر کے بچاتے اور اس سے غریب زیرِ تبلیغ افراد یا نَو احمدی خاندانوں پر خرچ کیا کرتے تھے۔ آپ کو دُور دراز کے سفروں میں کئی راتیں باہر گزارنی پڑتیں۔ تو اس کے لیے بعض اوقات سرائے یا ہوٹل میں ٹھہرنے کی بجائے پیسے بچانے کے لیے اسٹیشن یا بس کے اڈے پر ہی بینچوں پر رات گزار لیتے اور اس طرح بچنے والی رقم ضرورت مندوں میں خرچ کرتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خط میں ان کی تبلیغی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا: آپ تو ماشاء اللہ بڑی لگن، توجہ، حکمت اور خوش اسلوبی سے اس نیک کام میں مصروف ہیں اور جماعت احمدیہ کی دعوت الی اللہ کی تاریخ میں سنہری ابواب کا اضافہ کر رہے ہیں۔

آپ کو جماعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے احترام کا بہت پاس تھا۔ ایک مرتبہ کسی تبلیغی دورے میں ایک شخص سے گفتگو ہوئی تو تعارف کے دوران معلوم ہوا کہ اس کے خاندان پر آپ کے دادا مرحوم کا کوئی خاص احسان تھا۔ اس شخص نے آپ کو اپنے گھر مدعو کیا اور پُرتکلّف دعوت کا اہتمام کیا۔ گفتگو میں پرانے خاندانی تعلقات اور احسانات کا بھی ذکر ہوتا رہا۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ابھی آپ نے پہلا لقمہ ہی لیا تھا کہ میزبان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر طنزیہ انداز میں کیا۔ اس پر آپ نے لقمہ واپس رکھ دیا اور کسی کی پرواہ کیے بغیر فوری طور پر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔

1991ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی قادیان آمد کے موقع پر آپ اپنے خاندان کے ساتھ جلسہ میں شامل ہوئے اور اس وقت وہاں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں اپنی آبائی زمین کا ایک حصہ جماعتی مقاصد کے لیے بھی پیش کیا جہاں آج مربی ہاؤس قائم ہے۔

یہ مربی صاحب کہتے ہیں کہ جب ہم ان کو ملنے کے بعد اپنے کام کے لیے واپس روانہ ہوتے۔ یہاں باہر آ گئے تو ہمیشہ مجھے کہا کرتے تھے کہ مَیں نے تم لوگوں کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ہے۔ تم ہماری فکر نہ کرنا۔ بس اپنے کام اور خدمت پر توجہ رکھنا۔ اور بوسنیا آنے کے بعد کہتے ہیں کہ اکثر مجھے فون کر کے کہا کرتے تھے کہ مَیں تمہارے لیے دعا کر رہا ہوں۔ محنت سے اپنا کام کرو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو خدمت تمہیں سپرد ہے اس کو بجالانے کی کوشش کرو۔ کہتے ہیں مَیں نے والد صاحب کو متوکّل علی اللہ، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے عاشق صادق سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کے لیے ہر قسم کی قربانی کرنے والا، خلافت کے ہر حکم کو حقیقی معنوں میں فرمانِ خدا سمجھ کر تعمیل کرنے کی کوشش کرنے والا، صحیح معنوں میں دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر زندگی گزارنے والا، صاف دل، رحمی رشتوں کا حتّی المقدور پاس رکھنے والا، مہمان نواز اور اپنوں غیروں ہر ایک کی مدد کرنے والا، جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد سے پُرخلوص محبت کرنے والا، زیرک اور دعاگو انسان پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحمت کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر ہے **مکرمہ خدیجہ صدیقہ پونتو صاحبہ۔ انڈونیشیا** کی ہیں۔ یہ بھی گذشتہ دنوں اِکاسی (81) سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پانچ بچوں، تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا۔ تین مرتبہ نیشنل صدر

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
نبی کریم صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے جب کبھی بھی کچھ مانگا گیا تو آپؐ نے نہ نہیں کی۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب حُسْنِ الْخُلُقِ وَالسَّخَاءِ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الْبُخْلِ حدیث نمبر ۶۰۳۴)

طالب دُعا : نور الہدیٰ اینڈ فیملی (جماعت احمدیہ سملیہ، صوبہ جھارکھنڈ)

لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے کم عمری سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک پورے دل و جان سے جماعت کی خدمت کی۔ خلافت سے گہری محبت تھی۔ اپنے اخلاص، دیانتداری، عاجزی اور وفاداری کی وجہ سے جانی جاتی تھیں۔ خدمتِ جماعت میں آپ کا جوش وجذبہ کبھی ماند نہیں پڑا۔ اور آپ کی پرورش بھی ایک ایسے خاندان میں ہوئی جو خدمت کے جذبے سے سرشار تھا اور آپ کا پورا خاندان خدمت گزار تھا۔ ان کے والد محترم صدر الدین یحییٰ پونتو صاحب نیک اور خدمت کرنے والے تھے۔ باوجود اس کے کہ انڈونیشیا کے سفارت کار تھے۔ دنیاوی کام تھا آپ کا لیکن دین کو انہوں نے مقدم رکھا۔ جماعت کے مہمانوں کی خدمت میں یہ ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا جب انڈونیشیا کا دورہ ہوا ہے تو ان کو پورے قافلے کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔

وہاں کی ایک سابق صدر لجنہ شریفۃ النساء حاجیہ ہیں وہ بھی یہی بات بتا رہی ہیں کہ خلافت سے بڑی گہری محبت تھی۔ ہمیشہ خلافت کی کامل اطاعت کرتیں اور اس کا انہیں انتہائی احترام تھا۔ منکسر المزاج، خوش اخلاق، ملنسار، سب سے یکساں سلوک کرتیں۔ جب آپ دیکھتیں کہ افراد جماعت خصوصاً ممبرات لجنہ باتوں میں بہت زیادہ مشغول ہوگئی ہیں تو نرمی سے استغفار پڑھنے کی یاد دہانی کرواتیں۔ جلسوں اجلاسوں میں بیٹھے ہوئے بعض دفعہ کوئی باتیں شروع کر دیتی ہیں تو بڑے پیار سے جا کے ان کو کہتیں کہ باتیں کرنے کی بجائے استغفار کرو، ذکر الٰہی کرو۔ جب بھی کوئی ان سے اپنی کسی مشکل کا ذکر کرتا تو فوراً ان سے خلیفہ وقت کی خدمت میں دعا کے لیے خط لکھنے کی تلقین کرتیں اور جب آپ صدر رہیں یا کوئی بھی لجنہ کا جماعتی عہدہ رہا تو مشورے کو بہت اہمیت دیتی تھیں اور اکیلے فیصلہ نہیں کرتی تھیں۔ دوسروں کو موقع دیتی تھیں کہ اپنے تجربات بیان کرو اور دوسروں کو کہتیں کہ تم بھی ان سے نمونہ سیکھو۔

ظفر اللہ پونتو صاحب مربی سلسلہ کہتے ہیں کہ مرحومہ میری کزن تھیں لیکن انہیں اپنی سگی بہن کی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ رشتہ داروں کے ساتھ بہت مہربان تھیں۔ نظم وضبط کی پابند تھیں۔ بہت شفیق تھیں۔ وہ پوری کوشش کرتی تھیں کہ نہ صرف جماعتی پروگراموں میں بلکہ عوامی تقریبات اور رشتہ داروں کے پروگراموں میں بھی شریک ہوں۔ جایا کرتی تھیں۔ بڑی سوشل لائف تھی ان کی۔ ایک دوست نے مجھے بتایا کہ ایک مرتبہ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنے رشتہ دار مربی منصور من اللہ۔ منصور احمد بامن ہیں ان کو مولانا کیوں کہتی ہیں جبکہ آپ کے وہ رشتہ دار ہیں آپ ان کو چچا وغیرہ بھی کہہ سکتی ہیں۔ اگر یہ سوچ ہو تو پھر تو ہمارے ہاں بعض لوگ مربیوں کی عزت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ مربی ہے۔ لیکن ان کی سوچ کیا تھی؟ کہتی ہیں مَیں اس لیے ان کو مولانا کہتی ہوں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ نظام کا احترام کریں۔ نظام کے احترام کی وجہ سے ان کو کہتی ہوں۔ ان کی خاصیت کی وجہ سے نہیں کہتی۔ دوسری بات یہ کہ انہیں ان کا مقام اور ان کی ذمہ داریاں یاد رہیں۔ یہ احساس ان کو دلاتی رہوں کہ آپ کو مولانا کہتی ہوں تو آپ لوگ صرف یہ نہ سمجھیں کہ آپ کی یہ قدر کر رہے ہیں بلکہ آپ کی عزت ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ آپ کو ایک مقام اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، آپ کی ذمہ داریاں ہیں، خدمتِ دین کی جو ذمہ داری آپ پر جماعت کی طرف سے ڈالی گئی ہے اس کو آپ نے ادا کرنا ہے اور اس ذمہ داری کا احساس کریں۔ تو کہہ رہی ہیں احساس دلانے کے لیے میں ان کو کہتی ہوں۔ یہ تھی ان کی سوچ۔

مَیں نے بھی دیکھا ہے بڑی مخلص اور خلافت اور جماعت سے خاص تعلق رکھنے والی خاتون تھیں۔ کئی دفعہ یہاں جلسے پر بھی آئی ہیں اور بڑے اخلاص کا اظہار کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

اگلا ذکر

مکرم عبد الجلیل صاحب انڈونیشیا

کا ہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں چھہتر (76) سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

ان کے بڑے بیٹے دانان اندیانا صاحب ویسٹ جاوا کے ریجنل امیر ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کو تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ جنوبی سماٹرا میں برنائی مولیہ جماعت کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ Pioneer تھے اس جماعت کے۔ مقامی جماعت قائم ہونے سے پہلے پندرہ سال تک آپ اپنی اہلیہ اور اپنے چھوٹے بچے کے ساتھ گھر پر ہی نماز جمعہ ادا کرتے تھے۔ برنائی مولیہ جماعت کے قیام کے لیے آپ کی جدوجہد آسان نہیں تھی۔ ایک مرتبہ ایک عیسائی ہیڈ ماسٹر اور ایک پادری نے حکام سے آپ کی شکایت کر دی۔ اس علاقے میں عیسائیت زیادہ ہے۔ اس کے نتیجے میں آپ کو گرفتار کیا گیا۔ سرعام گھمایا گیا اور کروجون پولیس اسٹیشن ہے یا وہاں جگہ کا نام ہے کروجون۔ وہاں پولیس اسٹیشن میں قید کر دیا گیا جہاں آپ کو دو مجرموں کے ساتھ ایک کوٹھڑی میں رکھا گیا۔ قید کے دوران آپ کو نماز ادا کرنے میں مشکلات پیش آئیں کیونکہ ڈسٹرکٹ ملٹری کمانڈر عیسائی تھا، وہ مخالفت کرتا تھا اور یہ مخالفت اس مذہبی گفتگو کے بعد شروع ہوئی جو اس سے پہلے ان دونوں کے درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے موضوع پر ہوئی تھی۔ تاہم ایک فوجی افسر ہمدرد بھی نکلا۔ اس فوجی افسر نے چپکے سے آپ کو کچھ اخبارات دے دیے تاکہ آپ کوٹھڑی میں انہیں بچھا کے نماز پڑھ سکیں۔ بیماری کے باوجود مرحوم تبلیغ کا جوش وجذبہ قائم رکھتے رہے۔ ہمیشہ مہمانوں کی خدمت میں لگے رہتے۔ مربیان کا بہت احترام کرتے تھے۔ اپنے خاندان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کو خاص اہمیت دیتے تھے۔ یہ نہیں کہ دوسروں کی تربیت ہے بلکہ اپنے بچوں کو بھی بہت زیادہ سمجھاتے رہتے تھے۔ ساری زندگی اپنے معاشرے میں ایک مثالی شخصیت سمجھے جاتے رہے اور لوگ مختلف معاملات سلجھانے کے لیے اکثر آپ سے مشورہ لیتے تھے۔ آپ روزانہ کچھ وقت قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھنے اور مطالعہ کے لیے بھی نکالتے تھے۔

احمد نور الدین عیسیٰ صاحب یہ بھی سابق مبلغ ہیں، لکھتے ہیں کہ مرحوم برنائی مولیا جماعت کے بانی تھے۔ جب میں برنائی مولیا پہنچا تو آپ نے اور آپ کی اہلیہ نے اپنے رشتہ داروں کو جماعت کی تعلیمات سننے کے لیے بلایا اور اس وقت ہماری تبلیغی نشست ہوئی اور آدھی رات تک وہ تبلیغی نشست چلتی رہی۔ آخر کار بیس لوگوں نے ان کی اس کوشش کی وجہ سے احمدیت قبول کر لی۔ پہلے بھی انہوں نے ان پہ کچھ ابتدائی کام کیا ہوا تھا۔ مرحوم نے مسجد کے لیے بھی جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا ہے زمین کا ایک ٹکڑا جماعت کو عطا کر دیا۔ بعد میں اس زمین پر ایک دس میٹر X دس میٹر کی مسجد بھی تعمیر ہوئی۔

انڈونیشیا کے جامعہ کے استاد عبد الوہاب صاحب لکھتے ہیں کہ برنائی مولیا جو جماعت ہے وہاں اس جماعت کو آرگنائز کرنے میں انہوں نے بہت کام کیا۔ اسی طرح آپ کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ پانچوں نمازیں تو پڑھتے ہی تھے، نماز تہجد بھی بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے۔ چندہ بھی باقاعدگی سے ادا کرنے والے تھے اور اپنے پڑوسیوں کی مدد کرنے والے بھی تھے، خدمت خلق کرنے والے تھے۔

شمس البحرین صاحب کارکن ایم ٹی اے انڈونیشیا ان کے بیٹے ہیں۔ کہتے ہیں مرحوم مالی قربانی اور ذاتی خدمت دونوں میں جماعت کے لیے قربانی کا ایک غیر معمولی نمونہ تھے۔ آپ نے ایک بار بتایا کہ جب وہ پہلی بار سماٹرا گئے تو اس علاقہ میں جماعت کا کوئی اور فرد نہیں تھا اور آمد و رفت اور رابطہ کے ذرائع محدود تھے۔ اس لیے آپ اپنا چندہ ایک خاص ڈبے میں الگ جمع کرتے رہتے اور سال میں ایک بار جلسہ سالانہ پر جب مرکز آتے تو جا کر ادا کرتے۔

اسی طرح نصرون احمد صاحب ریجنل مبلغ کہتے ہیں کہ زندگی کے آخری دو سالوں میں جب آپ بہت بیمار اور صاحبِ فراش تھے تو آپ جماعت کی ترقی اور حالات کے بارے میں مجھے بلا کے پوچھتے رہتے تھے اور ہر وقت موت کو بھی یاد رکھتے تھے۔ دعا کے لیے بھی کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل ۲۳؍اکتوبر ۲۰۲۶ء، صفحہ ۲تا۸)

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِیۡدًا۔ (الاحزاب:71)

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔

(بنی اسرائیل: 24)

یعنی اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔

طالب دعا: محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم و افراد خاندان (صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

’’فوزِ عظیم کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی کامل اطاعت ضروری ہے۔ اپنی زندگی کو اللہ اور رسول کے حکموں کے مطابق ڈھالنا ضروری ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 21/ جون 2013ء)

طالب دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھبنیشور (صوبہ اڈیشہ)

DUA'S SEEKER:
IQBAL AHMED ZAMIR
FLAK NUMA, HYDERABAD
(TELANGANA)

KONARK
NURSERY
Hyderabad
Karmanghat
Near karmanghat kalyan mandapam, beside petrol pump, Karmanghat, Hyderabad, TS-500079

MUZAMMIL AHMED
Mobile: +91 99483 70069
konarknursery@gmail.com
www.facebook.com/konarknursery
www.konarknursery.com
Plants for Seasons & Reasons...
Cactus . Seculents . Seeds
Landscaping -- Rental Plants -- Exports -- Imports

وقارِ عمل: قومی ترقی کا راز

سید اعزاز الدین احمد مربی سلسلہ نظارت نشر و اشاعت قادیان

دنیا کی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ وہی قومیں عروج و کمال کی منازل طے کرتی ہیں جن کے افراد محنت، مشقت اور مسلسل جدو جہد کو اپنا شعار بناتے ہیں۔ جب تک کسی قوم کے نوجوانوں اور افراد میں اپنے ہاتھ سے چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے کی لگن اور جوش پیدا نہ ہو، وہ قوم کبھی ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے محنت کی اسی اہمیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (البلد:5)

یقیناً ہم نے انسان کو ایک مسلسل محنت میں (رہنے کے لئے) پیدا کیا۔

اس حوالے سے جب ہم اسلامی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے بہترین اور روشن ترین نمونہ ہے۔ جنگ احزاب (خندق) کے موقع پر، جب شہر کے دفاع کے لیے خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا، تو آپ ﷺ نے محض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ڈیوٹیاں ہی نہیں لگائیں، بلکہ خود بھی اپنے دست مبارک سے اس مشقت طلب کام میں عملی طور پر حصہ لیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب خندق کی کھدائی کے دوران ایک انتہائی سخت پتھر صحابہ کرامؓ سے نہ ٹوٹ سکا، تو حضور ﷺ نے خود آگے بڑھ کر اس پتھر کو توڑا اور اسی دوران اللہ تعالیٰ کی جانب سے قیصر و کسریٰ کی کنجیاں پانے کی عظیم الشان بشارت بھی صحابہ کو سنائی۔ اسی طرح ایک اور بہترین نمونہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں ملتا ہے۔ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر کے وقت آنحضرت ﷺ نے صرف دوسروں کو کام کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ خود بھی صحابہؓ کے ساتھ تعمیری کام میں حصہ لیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ سیرت خاتم النبیین ﷺ میں لکھتے ہیں:

”صحابہ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے“۔

(سیرت خاتم النبیین ﷺ، صفحہ 301)

صرف یہی نہیں، بلکہ دیگر غزوات و اسفار میں جب بھی لشکر اسلام کہیں پڑاؤ ڈالتا، آپ ﷺ صحابہ میں مختلف کام تقسیم فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنے ذمے بھی کوئی نہ کوئی کام ضرور لیتے۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ آپ ﷺ پر اپنی جانیں چھڑکتے تھے مگر رسول اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں کبھی عار محسوس نہ کی۔ کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ایک حدیث نقل ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہے کہ حضرت داؤدؑ زرہ سازی کرتے تھے اور حضرت آدم ہل چلاتے تھے اور حضرت نوحؑ نجار تھے اور حضرت ادریسؑ درزی تھے اور حضرت موسیٰؑ بھیڑ بکریاں چرایا کرتے تھے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد 4 صفحہ 306)

اسی عظیم الشان سنت کو زندہ رکھنے اور افراد جماعت کی روحانی و اخلاقی تربیت کے لیے، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جماعت کو مختلف ذیلی تنظیموں میں تقسیم فرمایا۔ اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہم اپنے ایمان کی حفاظت کریں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے عائد کردہ ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

قوموں کی ترقی کے لیے محنت کا پایا جانا بے حد ضروری ہے۔ جب ہمارے سامنے قرآن کی تعلیم اور ہمارے آقا ﷺ کی سنت موجود ہے، تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس تعلیم کو اپنائیں اور اپنی زندگیوں کو اسی سانچے میں ڈھالیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ کے مقاصد میں سے ایک اہم مقصد یہی ہے کہ وقارِ عمل کی اس صحیح روح کو نوجوانوں کے دل و دماغ میں جاگزیں کیا جائے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایک طرف تو بے کاری کے خلاف زبردست تحریک چلائی اور دوسری طرف جماعت کو جھوٹی عزت اور تکبر کے جذبات سے پاک کرنے کے لیے ہاتھ سے کام کرنے کی بھرپور ترغیب دی۔ آپؓ نے اس اہم کام کو 'تحریکِ جدید' کے مطالبات میں بھی شامل فرمایا۔ آپؓ کا یہ ارشاد ہے کہ:

"جماعت کے دوست اپنے ہاتھ سے کام کی عادت ڈالیں۔ میں نے دیکھا ہے اکثر لوگ اپنے ہاتھ سے کام کرنا ذلت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ذلت نہیں بلکہ عزت کی بات ہے“۔

(تحریک جدید۔ ایک الٰہی تحریک جلد اول صفحہ 71)

وقارِ عمل کی اس تحریک سے حضورؓ کا اولین مقصد نوجوانوں سے نکمے پن اور بیکاری کی عادت کو دور کر کے ان کا Character بلند کرنا تھا۔ یکم اپریل 1938ء کے خطبہ جمعہ میں اس فلسفے کو بیان کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں:

”اگر ان نوجوانوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے اور ان کے قلوب پر اس کا نقش کر دیا جائے کہ یہ جو شخص کام کرتا ہے وہ عزت کا مستحق ہے اور جو کام نہیں کرتا بلکہ نکما رہتا ہے وہ اپنی قوم اور اپنے خاندان کے لیے عار کا موجب ہے... تو یقیناً اگلی نسل درست ہوسکتی ہے اور پھر وہ نسل اپنے سے اگلی نسل کو، یہاں تک کہ یہ باتیں قومی کیریکٹر میں داخل ہوجائیں گی۔“

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 197)

درحقیقت، اپنے ہاتھ سے کام کرنا اللہ کے نیک بندوں اور رہبروں کا شیوہ رہا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی نظر میں معزز ہوجائیں، انہیں دنیا والوں کی تعریفوں کی کیا پرواہ؟ اگر ہم گہرائی سے سوچیں تو آسمانی عزت و مرتبے کے سامنے اس فانی دنیا کی واہ واہ بالکل بے معنی لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ کریم بھی مومن کو اسی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

(سورۃ المنافقون:9)

اور عزت اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔ پس حقیقی عزت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک شعر ہے:

کام کیا عزت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلّت سے ہو راضی اس پہ سو عزّت نثار

انسان اُس وقت تک اپنی زندگی کے مقصد کو نہیں پا سکتا جب تک جھوٹی عزت کے جذبہ کو کچل کر ختم نہ کر دے۔

اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے خدام الاحمدیہ کو کیا ہی ایمان افروز پیغام دیا ہے۔

بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہرگز تم
کوچۂ یارِ یگانہ کے گدا ہوجاؤ

اس میں یہ پیغام مضمر ہے کہ ہاتھ سے کام کرنا غلامی کی عادت کو دور کرتا ہے۔ پس ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر نبی کریم ﷺ کی دی گئی تعلیمات پر ہی عمل کرنا چاہیے۔ بجائے اس کے کہ ہم آنکھیں بند کر کے زمانے کے پیچھے دوڑیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❊❊❊

اعلان نکاح از حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ ۳/اکتوبر ۲۰۲۶ء بعد نمازِ عصر مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل دو نکاحوں کا اعلان فرمایا:

☆... عزیزہ انیقہ احمد صدیقی بنت مکرم وقاص نعیم احمد صدیقی صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم سید منیب الحسن حارث صاحب (واقفِ نو) ابن مکرم سید سعید الحسن شاہ صاحب (مربی سلسلہ سیرالیون)

☆... عزیزہ مناہل احمد بنت مکرم مجید احمد مبشر صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم عظیم احمد چودھری صاحب ابن مکرم چودھری لیاقت علی دلشاد صاحب (یوکے)

اسی طرح مورخہ ۱۰/اکتوبر ۲۰۲۶ء بعد نمازِ عصر مسجد مبارک اسلام آباد میں درج ذیل چھ نکاحوں کا اعلان فرمایا:

☆... عزیزہ طوبیٰ احمد بنت مکرم محمود احمد بھٹی صاحب مرحوم (جرمنی) ہمراہ مکرم فیاض احمد صاحب (مربی سلسلہ جرمنی) ابن مکرم محمد ریاض احمد صاحب

☆... عزیزہ ماہم اعوان (واقفۂ نو) بنت مکرم خرم احمد اعوان صاحب (جرمنی) ہمراہ مکرم فاران محمد صاحب (متعلم جامعہ احمدیہ کینیڈا) ابن مکرم فاتح محمد صاحب

☆... عزیزہ رغیبہ خان (واقفۂ نو) بنت مکرم عبدالستار خان صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم مصباح الدین احمد صاحب ابن مکرم برہان الدین احمد صاحب (اسلام آباد۔ یوکے)

☆... عزیزہ لبنیٰ عمران (واقفۂ نو) بنت مکرم محمد عمران صاحب (یوکے) ہمراہ مکرم کامران محمود صاحب ابن مکرم اصغر محمود صاحب (یوکے)

☆... عزیزہ عرفانہ کنول (یوکے) بنت مکرم عبدالقدیر صاحب (پاکستان) ہمراہ مکرم علی رضا صاحب ابن مکرم ذکاء اللہ صاحب مرحوم (یوکے)

☆... عزیزہ شمائلہ الطاف بنت مکرم الطاف حسین صاحب (پاکستان) ہمراہ مکرم زین العابدین چیمہ صاحب ابن مکرم پرویز احمد چیمہ صاحب (پاکستان)

اللہ تعالیٰ یہ اعزاز طرفین کے لیے مبارک فرمائے اور نئے رشتے کے بندھن میں بندھنے والوں کو دین و دنیا کے ثمرات سے نوازے۔ آمین

☆...☆...☆

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”حضرتِ عزّت کے سامنے دائمی حضور کے ساتھ کھڑا ہونا بجز محبتِ ذاتیہ کے ممکن نہیں۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 218)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

سیرت النبی ﷺ

از تحریرات و فرمودات (سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

(تحقیق و ترتیب: مکرم آصف احمد خان صاحب)

قسط:25 (حصہ سوم)

تاریخ کی کتب ان واقعات کو سمیٹ نہیں سکتیں۔ یہ ایک ہلکی سی جھلک ہے ان شدائد و آلام کی جو اس دور میں مسلمانوں پر گزر رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا معجزہ قرار دیا ہے اور آپ نے اپنی تحریرات میں حضرت عمرؓ کے بلند روحانی مقام اور آپ کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہادرجہ کی محبت کا بھی نہایت دلکش الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں چند تحریرات پیش ہیں۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دیکھو کس قدر فائدہ پہنچا۔ ایک زمانہ میں یہ ایمان نہ لائے تھے اور چار برس کا توقف ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ خوب مصلحت سمجھتا ہے کہ اس میں کیا سر ہے۔ ابوجہل نے کوشش کی کہ کوئی ایسا شخص تلاش کیا جاوے جو رسول اللہ کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت عمر بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے۔ اور شوکت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور معاہدہ پر حضرت عمر اور ابوجہل کے دستخط ہو گئے اور قرار پایا کہ اگر عمر قتل کر آویں تو اس قدر روپیہ دیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ عمر رضی اللہ عنہ جو ایک وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے جاتے ہیں۔ دوسرے وقت وہی عمر اسلام میں ہو کر خود شہید ہوتے ہیں۔ وہ کیا عجیب زمانہ تھا۔ غرض اس وقت یہ معاہدہ ہوا کہ میں قتل کرتا ہوں۔ اس تحریر کے بعد آپ کی تلاش اور تجسس میں لگے راتوں کو پھرتے تھے کہ کہیں تنہا مل جاویں تو قتل کر دوں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ آپ تنہا کہاں ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا نصف رات گزرنے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سنکر بہت ہی خوش ہوئے چنانچہ خانہ کعبہ میں آکر چھپ رہے۔ جب تھوڑی دیر گزری تو جنگل سے لا الہ الا اللّٰہ کی آواز آتی ہوئی سنائی دی۔ اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی آواز تھی۔ اس آواز کو سن کر اور یہ معلوم کر کے وہ ادھر ہی کو آ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ اور بھی احتیاط کر کے چھپے اور یہ ارادہ کر لیا کہ جب سجدہ میں جائیں گے، تو تلوار مار کر تن مبارک سر سے جدا کر دوں گا۔ آپ نے آتے ہی نماز شروع کر دی۔ پھر اس سے آگے کے واقعات خود حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں اس قدر رو رو کر دعائیں کیں کہ مجھ پر لرزہ پڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا سَجَدَ لَکَ رُوْحِیْ وَجُنَانِیْ یعنی اے میرے مولیٰ میری روح اور میرے دل نے بھی تجھے سجدہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کو سن کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ آخر میرے ہاتھ سے ہیبتِ حق کی وجہ سے تلوار گر پڑی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس حالت سے سمجھ لیا کہ یہ سچا ہے اور ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ مگر نفسِ امّارہ برا ہوتا ہے۔ جب آپ نماز پڑھ کر نکلے۔ میں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ پاؤں کی آہٹ جو آپ کو معلوم ہوئی۔ رات اندھیری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا کہ عمر۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمر! نہ تو رات کو پیچھا چھوڑتا ہے اور نہ دن کو۔ اس وقت مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روح کی خوشبو آئی اور میری روح نے محسوس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بد دعا کریں گے۔ میں نے عرض کی کہ یا حضرت! بد دعا نہ کریں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ وقت اور وہ گھڑی میرے اسلام کی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں مسلمان ہو گیا"

(ملفوظات [2003 ایڈیشن] جلد1 صفحہ 425-424)

ایک اور جگہ آپ نے فرمایا:

"حضرت عمرؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے جانا آپ لوگوں نے سنا ہو گا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جنابِ رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے مشرف باسلام ہونے سے پہلے ابو جہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرضِ نماز آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سر شام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔ آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لا الہ الا اللّٰہ کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گریں تو اس وقت قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ اس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا۔ نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر کو چلے تو ان کے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمر کیا تو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ حضرت عمرؓ بد دعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت میں نے آپ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ میرے حق میں بد دعا نہ کیجئے گا؛ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی"

(ملفوظات [2003 ایڈیشن] جلد 4 صفحہ 47)

کتب تاریخ وسیرت اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہجرتِ حبشہ کے آغاز کے زمانہ میں یعنی نبوت کے پانچویں سال میں اسلام قبول کیا تھا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا تحریرات کی روشنی میں کتبِ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی فطرت دراصل ابتداء ہی سے اسلام پر قائم تھی جیسا کہ "چار برس کا توقف ہو گیا" کے الفاظ سے اشارہ ملتا ہے۔ اگرچہ قبولِ اسلام سے قبل شدید مخالفین میں سے تھے لیکن آپ کی یہ مخالفت اپنی قوم کی مخلصانہ ہمدردی کی بنا پر تھی۔ مکہ جو صدیوں سے صرف ایک ہی مذہب کا شہر تھا اسلام کے وجود سے دو گروہوں میں بٹ رہا تھا۔ مذہب کی بنا پر رشتہ داریوں میں دراڑیں پڑ رہی تھیں۔ اس افتراق کی وجہ سے آپ قوم قریش کے کمزور ہونے کا خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ ان تمام حالات کا قصوروار آپ کی نظر میں اسلام تھا۔ اور اسلام کا محور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے ہی اپنی دلیرانہ اور ہمدردانہ فطرت کے باعث حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی ذمہ داری اپنے سر لی۔ اور اُس معاہدہ پر دستخط کئے تھے۔ جس کا ذکر حضور نے کیا ہے۔ کتبِ تاریخ وسیرت میں درج اس معاہدہ کی تفصیل کے لئے اُمّ السیر یعنی سیرتِ حلبیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ "ابوجہل نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص محمد کو قتل کرے گا میری طرف سے وہ سو سرخ وسیاہ اونٹوں اور ایک ہزار اوقیہ چاندی کا انعام پائے گا۔ ایک روایت میں اس طرح درج ہے کہ جو شخص محمد کو قتل کرے گا اسکو اتنے اوقیہ سونا اور اتنے اوقیہ چاندی اتنے اتنے اوقیہ مشک، اتنے تھان کپڑا اور اسکے علاوہ دوسری چیزیں بھی انعام ملیں گی۔ یہ سن کر مجمع میں سے حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور بولے اس انعام کا حقدار میں بنوں گا۔ لوگوں نے کہا بے شک عمر اگر تم یہ کام کرو تو یہ انعام تمہارا ہو گا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے باقاعدہ عہد لیا"۔ امام سیوطیؒ نے الخصائص الکبریٰ میں معاہدہ والی روایت کو حضرت عمرؓ ہی کی بیان کردہ روایت سے درج کیا ہے۔ حضرت عمرؓ اپنے اس عہد کی تکمیل کا عزم لئے ہوئے تھے کہ ہجرتِ حبشہ کا زمانہ آ گیا اور مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ حضرت عمرؓ کو مکہ کی ویرانی کا خطرہ اور غم محسوس ہونے لگا جس کا اظہار اس مشہور واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ ام عبد اللہ بنت حتمہ سے روایت ہے کہتی ہیں جس وقت ہم ہجرت کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ اور عامر اس وقت کسی کام کو گئے ہوئے تھے اچانک عمر بن خطاب میری طرف آ نکلے۔ یہ اس وقت کفر ہی کی حالت میں تھے۔ اور ہم کو سخت ایذائیں پہنچاتے تھے۔ کہتی ہیں وہ مجھ سے کہنے لگے کہ اے ام عبد اللہ کیا کوچ ہے؟ کہتی ہیں میں نے کہا ہاں۔ واللہ ہم کیا کریں جب تم ہم کو بے حد تکلیفیں دیتے ہو اس لئے ہم خدا کے ملک میں سفر کرتے ہیں یہاں تک کہ خدا ہمارے لئے کشادگی پیدا کر دے۔ کہتی ہیں عمر بن خطاب نے کہا خدا تمہارا حافظ ہو۔ اور میں نے دیکھا کہ عمر کے دل پر غم تھا جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ رَاَیْتُ لَہٗ رِقَّۃً لَمْ اَکُنْ اَرَاھَا بہر حال اس واقعہ نے حضرت عمرؓ کو پہلے سے بڑھ کر اسلام کے متعلق غور و فکر پر مجبور کیا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک کسی حد تک اسلام کی سچائی ان پر واضح بھی ہو گئی ہو گی۔ لیکن مکہ کے اتحاد کی خاطر وہ اسلام کا خاتمہ ضروری سمجھتے تھے۔ کیونکہ بظاہر قریش اسلام قبول کرنے والے نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عزم سے ٹلنے والے نہیں۔ لہذا اگر محمد کو ختم کر دیا جائے تو تمام جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ غالباً خیالات کی کسی ایسی ہی ملی جلی کیفیت میں آپ نے تلوار ہاتھ میں لی اور اسلام کے خاتمہ کا عزم لے کر نکلے اور بالآخر خود اسلام کی آغوش میں آ گرے۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام اور اعلان اسلام کے متعلق سب سے مشہور روایت وہ ہی ہے جس میں آپ کا اسلام کے خاتمے کے لئے تلوار لے کر نکلنا اور معلوم ہونا کہ آپ کی بہن اور بہنوئی بھی اسلام لا چکے ہیں۔ غالباً یہ آخری تقریب پیدا ہوئی آپ کے اعلانِ اسلام کی ورنہ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اسلام ان کے دل میں بہت پہلے گھر کر چکا تھا۔ یہ بھی مسلم ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعائیں تھیں جو آپ کو اسلام کی طرف کھینچ رہی تھیں۔ ان دعاؤں کا ذکر تاریخ کی مختلف کتب میں موجود ہے کہ اے اللہ عمرو بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب دونوں میں سے کسی ایک کے ذریعہ اسلام کو طاقت بخش پس یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں انکی سعید فطرت کے باعث پوری ہوئی۔ اور انکی وجہ سے اسلام کو بہت فائدہ ہوا۔ عمر جو کبھی تلوار لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے نکلے تھے چند ہی دنوں کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق ہو گئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف سے بے چین اور بے اختیار ہو کر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

سیرت النبی ﷺ، صفحہ 98 تا 101 مطبوعہ کینیڈا 2018ء)

مجلس عرفان

امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ احمدیہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (AMWSA) کینیڈا کی طالبات کے ایک وفد کی ملاقات

اپنی ایک خاص حیثیت بناؤ۔ اپنی identity کو establish کرو، یہی اصل کام ہے، یہ کرلو گی تو تم ایک ambassador بن جاؤ گی۔ کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کی کس طرح پہچان کریں، تو خلیفۂ وقت کی پہچان کروانے والے تم لوگ ہو، تو پہلے خود سمجھو اور پھر خلیفۂ وقت کی ambassador بنو اور جماعت کا یہ پیغام پہنچاؤ

مورخہ ۱۹؍ اکتوبر ۲۰۲۵ء، بروز اتوار، امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے ایک سو سنتالیس (۱۴۷) رکنی وفد کو شرفِ ملاقات حاصل ہوا، جس میں احمدیہ مسلم ویمن سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن (AMWSA) کینیڈا سے تعلق رکھنے والی ۱۰۷؍ طالبات، جبکہ دیگر شرکاء میں اراکینِ نیشنل مجلسِ عاملہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا بھی شامل تھیں۔ یہ ملاقات ایوان مسرور، اسلام آباد (ٹِلفورڈ) میں منعقد ہوئی۔ مذکورہ وفد نے خصوصی طور پر اس ملاقات میں شرکت کی غرض سے کینیڈا سے برطانیہ کا سفر اختیار کیا۔

حضورِ انور مجلس میں رونق افروز ہوئے تو آپ نے تمام شاملینِ مجلس کو السلام علیکم کا تحفہ عنایت فرمایا۔ پھر صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا کو حضورِ انور کی خدمتِ اقدس میں اس وفد کا تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

بعد ازاں دورانِ ملاقات شاملینِ مجلس کو حضور انور کی خدمت اقدس میں اپنا تعارف اور متفرق سوالات پیش کرنے نیزان کے جواب کی روشنی میں حضور انور کی زبانِ مبارک سے نہایت پُرمعارف، بصیرت افروز اور قیمتی نصائح پر مشتمل راہنمائی حاصل کرنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔

AMWSA کینیڈا کی جنرل سیکرٹری، جو کہ نیورو سائنس کی پانچویں سال کی طالبہ ہیں، نے عرض کیا کہ یہ **دیکھنے میں آتا ہے کہ یونیورسٹیز میں لجنہ کی طالبات AMWSA میں شامل ہونے سے کتراتی ہیں اور ہمارے پروگراموں میں کوئی خاص حاضری نہیں ہوتی۔ اس حوالے سے راہنمائی کی درخواست ہے کہ ہم کیسے اپنی بہنوں کو اپنے پروگراموں میں شامل ہونے کی ترغیب دلا سکتی ہیں؟**

اس پر حضورِ انور نے جامع عملی راہنمائی عطا فرمائی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے جو پروگرام ہوتے ہیں وہ اتنے attractive نہیں ہوتے۔ AMWSA سٹوڈنٹس جو یونیورسٹیز میں ہیں، ان سے پوچھیں کہ کس قسم کے topic ہمیں رکھنے چاہئیں۔ اور ان سٹوڈنٹس کی لسٹ آپ کے پاس ہے، ان میں سے ہر ایک کو ایک questionnaire بھیجیں کہ ہمارا یہ مقصد ہے، تو ہمیں کس طرح اس کو ایک پلیٹ فارم بنانا چاہیے، جہاں ہمارے سارے سٹوڈنٹس participate کریں اور actively ان میں involve ہوں۔ اس کے لیے آپ لوگ کیا suggest کرتے ہیں۔ پھر انہیں کہیں کہ یہ یہ ہمارے پاس suggestions آئے ہیں، آؤ مل کے بیٹھیں اور ان کو discuss کریں کہ کون سے ایسے ہیں جو واقعی practical ہیں کہ نہیں اور کون سے ایسے ہیں جن کو ہم improve کر سکتے ہیں یا بعض ایسے ہیں کہ ان کو اسی طرح رکھ کے modify کر سکتے ہیں۔

حضورِ انور نے ممبرات سے مشاورت اور ان کی دلچسپی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے اُن کے لیے علیحدہ علیحدہ گروپس تشکیل دینے کی اہمیت پر توجہ دلائی کہ پہلے اس طرح discuss کریں بجائے اس کے کہ straight away آپ کہنا شروع کر دیں کہ یہ دینی تعلیم ہے، ہمیں یہ ہونا چاہیے یا وہ ہونا چاہیے۔ ابھی نہیں، پہلے ان کو دیکھو کہ AMWSA کی ممبرز آجائیں، پھر ان سے پوچھو، دیکھو اور assess کرو کہ ان میں سے کتنی ایسی ہیں جو religious-minded ہیں، کتنی ایسی ہیں جن کو مذہب میں دلچسپی ہے، کتنی ایسی ہیں جو مذہب کے لیے indifferent ہیں اور ان کو پھر ہم کس طرح مذہب کے بارے میں بتا سکتے ہیں۔ کیونکہ عموماً بہت ساری ایسی سٹوڈنٹ ہیں جن کو مذہب سے دلچسپی کوئی نہیں، نماز اس لیے پڑھتی ہیں کہ امّاں ابّا نے کہہ دیا کہ نماز پڑھو، اس لیے نماز پڑھتی ہیں کہ جماعت کے فنکشن میں آئی ہیں تو نماز پڑھ لو، ان کو یہ پتا ہی نہیں کہ نماز کی اہمیت کیا ہے، خدا تعالیٰ کیا ہے، تو اس لیے ان کو پہلے تو اپنے قریب لاؤ، پھر جو ان کی religious knowledge ہے یا capacity ہے یا potential ہے، اس کے مطابق ان کے علیحدہ علیحدہ گروپ بناؤ اور ان گروپس میں ان کی discussions ہوں۔

مزید برآں حضورِ انور نے ممبرات کو قریب لانے کے حوالے سے گروپ ڈسکشن کی اہمیت کو بھی اُجاگر فرمایا کہ گروپ ڈسکشن بھی ہوتی ہے۔ اب بہت سارے دنیا میں جو سیمینارز ہوتے ہیں، فنکشنز ہوتے ہیں یا میٹنگز ہوتی ہیں، اس میں ایک item انہوں نے سائیڈ میٹنگ رکھا ہوتا ہے۔ اس میں کیا ہوتا ہے کہ وہ مختلف گروپ بنا دیتے ہیں، پھر مختلف گروپ different topics پر discuss کر رہے ہوتے ہیں، تو آپ بھی اس طرح گروپ بنائیں کہ وہ discuss کر رہے ہوں۔ جو مذہبی ہیں، ان کا ایک گروپ بنا دو، جن کو بالکل خالصتاً مذہب کا پتا ہی نہیں ہے، ان کا ایک گروپ بنا دو۔ جو زیادہ academic بننے کی کوشش کرتے ہیں، ویسے ہوتے تو کوئی نہیں، بننے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو ایک گروپ بنا دو تا کہ پتا لگ جائے کہ ان کی کیا صلاحیتیں ہیں۔ تو اس طرح آہستہ آہستہ وہ قریب آئیں گی۔ جب قریب آئیں گی تو پھر ان سے suggestions بھی لیں کہ کس قسم کے topic ایسے ہیں جو اگر ہم ایسے پلان بنائیں کہ جس میں ہم سیمینار بھی کر سکیں اور دوسروں کو بھی attract کر سکیں۔

حضورِ انور نے اعتماد سازی کے ضمن میں اس پہلو کی بھی نشاندہی فرمائی کہ پھر بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ صرف ایک complex ہوتا ہے۔ جب آپ ایسے پلان کریں کہ مختلف topics پر بُلائیں اور دوسرے لوگ بھی آئیں، اور آپ کے topics ایسے ہوں جس کو appreciate کرنے والے ہوں تو اس سے اُن کا جو کمپلیکس ہے وہ دُور ہو جائے گا۔ تو اس طرح یہ پلان بنانے چاہئیں۔ اس لیے اس complex کی کوئی ضرورت نہیں، آپ نے ان کا complex دُور کرنا ہے۔

حضورِ انور نے خود اعتمادی پیدا کرنے کے سلسلے میں اپنی تقاریر کی تیاری پر مبنی واقعے کی روشنی میں عاجزی کا عملی سبق پیش فرمایا کہ مجھے کسی نے بتایا کہ آسٹریلیا میں مَیں گیا، تو ایک شخص بڑا academic بننے کی کوشش کرتا تھا، law پڑھ رہا تھا یا شاید اس نے law پڑھ لیا تھا۔ تو احمدی ہونے کے باوجود یہ حال تھا کہ اس نے میرے بارے میں کسی سے پوچھا کہ ان کی تقریریں کون لکھتا اور تیار کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خود ہی تیار کرتے ہیں، خود ہی لکھواتے ہیں یا dictate کروا دیتے ہیں۔ اور ٹھیک بات بھی یہی ہے کہ عموماً مَیں dictate کرواتا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ نہیں نہیں! کسی expert کو دکھانی چاہئیں کیونکہ باقی جتنے جتنے بڑے لوگ لیڈر رہیں، ان کے speechwriter ہوتے ہیں، ان سے لکھوانی چاہئیں تا کہ ذرا اچھی بیان ہوں۔ خیر! اس وقت تو فنکشن ہو گیا، وہاں مَیں نے address کیا اور اسلام کی ٹیچنگ اور peace اور سارا کچھ جو مَیں عموماً بیان کرتا ہوں، وہ بیان کیا۔ اس کا ایک پروفیسر مشن میں موجود تھا، وہ بعد میں وہاں آیا، پاس ایک دوسرا احمدی بیٹھا ہوا تھا، تو وہ پروفیسر اس سے پوچھنے لگا کہ ان کی تقریر کون لکھتا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ خود ہی لکھتے ہیں۔ کہنے لگا کہ ایسی تقریر جس میں ہر پہلو کو انہوں نے اکٹھا کر کے اس طرح بیان کیا کہ ایک بڑا اچھا لیکچرر بھی اس طرح لیکچر نہیں تیار کرتا، تو وہ احمدی جو بے چارہ یہ کہہ رہا تھا کہ کسی سے تقریر لکھوانی چاہیے، وہ شرمندہ ہو گیا۔

حضورِ انور نے دینی شعور پیدا کرنے اور ذہنی یا سماجی احساسِ کمتری سے بچنے کی بابت تلقین فرمائی کہ اس لیے complex ہوتا ہے۔ شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔ اگر ہم قرآن، حدیث، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت، اسلام کی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل کریں اور اس کے مطابق اس کو لوگوں کو سمجھانے کے لیے elaborate کرنے کی کوشش کریں تو وہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اچھی چیز ہے۔ مگر ہمیں آپ خود سمجھ نہیں ہوتی، اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ او ہو! اگر ہم کہیں گے کہ ہم religious-minded ہیں، تو لوگ کہیں گے کہ backward ہیں۔ تو یہ complex دُور کرنا پڑے گا۔

آخر میں حضورِ انور نے سوال کے نفسِ مضمون کی روشنی میں اس نصیحت کا اعادہ فرمایا کہ اس لیے ان سے اس بارے میں خود یہ suggestion لو۔

ایک بائیو میڈیکل انجینئرنگ اور ہیلتھ سائنسز کی طالبہ نے حضورِ انور کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ **کہا جاتا ہے کہ نماز کے دوران توجہ قائم رکھنے کے لیے انسان کو یہ تصوّر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ پھر انسان کو ایسے درجے تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں وہ یہ تصوّر بھی قائم کر سکے کہ وہ براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کوئی جسمانی ہستی نہیں ہے تو انسان کو کس طرح اللہ کا تصوّر قائم کرنا چاہیے تا کہ وہ اس درجے کی توجہ حاصل کر سکے؟**

اس پر حضورِ انور نے مفصّل راہنمائی عطا فرماتے ہوئے مختلف مثالوں کے ذریعے سمجھایا کہ بات یہ ہے کہ بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جو کہ موجود ہیں مگر نظر نہیں آتیں۔ مثلاً آپ کو ہوا نظر آرہی ہے؟ سانس لے رہی ہو، سمجھتی ہو کہ بغیر ہوا اور آکسیجن کے مَیں زندہ نہیں رہ سکتی، بائیو میڈیکل سائنس پڑھ رہی ہو، تو کیا آکسیجن کے بغیر زندہ رہ سکتی ہو؟ کہاں ہے آکسیجن، نظر آرہی ہے؟ مجھے تو نظر نہیں آرہی، لیکن پھر بھی believe کر رہی ہو کہ ہے۔ یہاں اگر suffocation ہوتی ہے، تو باہر open air میں چلی جاتی ہو کہ شاید مجھے بہتر آکسیجن ملے، تو مَیں بہتر feel کروں گی۔ کوئی ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، کوئی بندہ collapse ہو جاتا ہے، تو تم

لوگ کہتے ہو کہ پرے ہٹ جاؤ اور اس کو ہوا آنے دو، کہاں ہے وہ ہوا جو آ رہی ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ ہر چیز نظر آنے والی نہیں ہوتی۔

قرآنی تعلیم کی روشنی میں حضورِ انور نے رؤیتِ الٰہی کے حقیقی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو پہلے ہی قرآن شریفِ میں کہہ دیا ہے کہ تم میرے تک تو نہیں پہنچ سکتے، لیکن مَیں اپنے بندوں تک پہنچتا ہوں، وہ کس طرح پہنچتا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک طریقہ رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میری باتیں مانو، جو مَیں کہتا ہوں ان پر عمل کرو، میرے اتنے احکامات ہیں، ان پر عمل کرو، میری عبادت کرو اور اس کا حق ادا کرو۔ تو پھر مَیں تمہاری آنکھوں تک پہنچوں گا، تمہاری نظر تک مَیں پہنچوں گا، پھر مَیں نظر آؤں گا۔

حضورِ انور نے جہادِ نفس کے بغیر معرفتِ الٰہی کا حصول ناممکن قرار دیتے ہوئے فرمایا تو اس کے لیے پہلے کوشش کرنی پڑتی ہے۔ آپ کو ہر کام کرنے کے لیے کوشش کرنی پڑتی ہے، تو اللہ تعالیٰ نے بھی قرآنِ شریف میں یہی فرمایا ہے کہ تم نے میرے رستوں کو تلاش کرنا ہے، تو میرے رستوں کو تلاش کرنے کے لیے جہاد کرو، اب یہ دیکھیں کہ آپ نے جہاد کیا ہے؟ آپ میں سے بہت ساری ایسی ہیں، اگر فجر کی نماز miss ہوجائے تو کہتی ہیں کہ کوئی بات نہیں باقی چار پڑھ لیں گی۔ ظہر عصر کی miss ہو جائے تو کہتی ہیں کہ کوئی بات نہیں، ہم دیکھیں گے شام کو اگر یاد رہا تو مغرب کے ساتھ جا کے پڑھ لیں گے۔ سردیوں کے دن آ گئے ہیں، دن چھوٹے ہو گئے ہیں، تو وقت کوئی نہیں ہے۔ بس یا ٹرین پر ہم بیٹھے ہیں تو ہمیں complex ہوتا ہے کہ لوگ کہیں گے کہ بیٹھی نماز پڑھ رہی ہے۔ مگر وہاں تو ٹرین نہیں ہے۔ یہاں تو بسیں زیادہ چلتی ہیں یا خود ڈرائیو کر رہی ہیں، تو اس میں مسئلہ ہے اور جو وقت ہے، دن چھوٹے ہو گئے، تو اس میں کیا کریں؟ تو بجائے اس کے کہ کسی corner پر کھڑے کر کے، کسی سروس اسٹیشن پر کھڑا کر کے یا اپنی یونیورسٹی میں یا کہیں کسی جگہ نماز پڑھیں، complex میں نماز نہیں پڑھتیں۔ تو جب ایسی باتیں ہوں تو اللہ میاں کہاں سے نظر آئے گا؟

حضورِ انور نے ایمان بالغیب کے مفہوم کو نہایت پُرمغز انداز میں واضح فرماتے ہوئے وسیع نظامِ کائنات پر غور و فکر کرنے کی جانب توجہ مبذول کروائی کہ پہلے تو ایمان پیدا کرنا پڑتا ہے، یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کا اللہ تعالیٰ نے پہلے حکم دیا ہے، پہلے یقین رکھو کہ مَیں ہوں اور یہ دیکھو کہ ہماری جو یہ ساری دنیا ہے، مختلف planets ہیں یا universe ہے، اس میں یہ سارا system کس طرح چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں فرماتا ہے کہ دیکھو! یہ سارا system جو مَیں چلا رہا ہوں، یہ تمہاری وہ تمہاری بنائی ہوئی buildings یا walls کی طرح نہیں ہیں کہ تم pillars کھڑے کر کے اس کے اُوپر roof ڈالتے ہو۔ اللہ کہتا ہے کہ آسمان تمہارے سر پر ہے اور بغیر کسی support کے ایک system ہے، وہ gravitational force کے تحت کھڑا ہے اور سارا system چل رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو قرآنِ شریف میں یہ بھی فرماتا ہے کہ آگے بھی چل رہا ہے۔ تو سائنس نے بتا دیا ہے کہ اس اپنے سائیکل میں move بھی کر رہا ہے اور اس کی آہستہ آہستہ movement بھی ہے، اتنی slow ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جب ہو سکتا ہے کہ ذرا سا بھی فاصلہ disturb ہو جائے تو قیامت آ جاتی ہے۔

اسی تناظر میں حضورِ انور نے کائنات میں معمولی انسانی حیثیت کے شعور کے ذریعے اللہ کی عظمت اور نعمتوں کے شکر کی طرف مزید توجہ دلائی کہ ہماری حیثیت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ تم لوگ جو earth پر رہنے والے ہو، تم سوچتے ہو کہ مَیں اللہ کی عبادت کس طرح کروں، اسی بات کو سوچ لو کہ اللہ تعالیٰ نے universe پیدا کیا اور اس طرح کے کئی universe پیدا کیے ہیں، جو ہماری galaxy ہے اس میں ہماری earth کی تو اتنی حیثیت بھی نہیں ہے کہ اس کو کوئی پہچان سکے۔ اب اگر galaxy کا map دیکھیں تو اس پر لکھا ہوتا ہے کہ Our earth is somewhere here مختلف dots نظر آتے ہیں، تو اتنی حیثیت میں اگر یہ سوچ ہو تو پھر اگلے آدمی کا خیال ہوتا ہے کہ ہاں! اللہ تعالیٰ مَیں تو اتنی minute سی چیز ہوں، مَیں ایک ایسی چیز ہوں، جس کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے، اس کے باوجود اللہ نے ہمیں اتنی چیزوں سے نوازا ہوا ہے اور اس بات کو سوچ کے پھر اللہ کا خیال بھی آتا ہے۔

حضورِ انور نے ہر کام اور ہر حال میں اللہ کو یاد رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے تاکید فرمائی کہ صرف اللہ تعالیٰ سے یہ کہو کہ مَیں نے امتحان میں پاس ہونا ہے تو اس وقت نمازوں کا خیال آجائے اور پانچ نمازیں پڑھنے لگ جاؤ، باقی دن چھوڑ دو یا رمضان میں تیس دن کے روزوں کا خیال آ جائے تو روزے رکھ لیے اور پھر قرآنِ شریف پڑھنا بھی چھوڑ دیا، پھر قرآن کہاں اور مَیں کہاں اور اللہ کون؟ تو اس سے تو اللہ نظر نہیں آتا۔ آپ پڑھائی کے لیے اپنی اپنی effort کر رہی ہیں، اس میں اگر آپ کوئی لیکچر miss کرتی ہیں یا ایک لیکچر کے پوری طرح نوٹس تیار نہیں کر پاتیں یا اس کی تیاری نہیں کر پا رہی ہوتیں، تو وہ paper آپ کا خراب ہو جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اوہو! paper اچھا نہیں ہوا، seven questions مَیں نے attempt کرنے تھے اور مَیں نے سات میں سے صرف چھ کیے ہیں اور ایک رہ گیا ہے، ہو سکتا ہے کہ میرا grade نیچے ہو جائے اور اس کے اُوپر رونا شروع ہو جاتی ہے۔ یہی ہوتا ہے۔ یا یہ question صحیح نہیں ہوا، اس پر رونا شروع کر دیا، تو جب اللہ کو اس طرح دیکھو گی تو پھر سمجھ آئے گا کہ ہاں! اللہ ہے اور مَیں نے اس کے آگے رونا ہے۔ جب میں روؤں گی، تو حالات بدلیں گے اور اللہ تعالیٰ بدل دیتا ہے۔ (باقی آئندہ۔۔۔)

(بشکریہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل یکم رنومبر 2025)

قارئین کرام ضرور متوجہ ہوں!

اعانت اخبار بدر

اخبار بدر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ اخبار خالصةً مامور زمانہ، آنحضرت ﷺ کے غلام صادق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت کفالت میں پروان چڑھا۔ ابتداء سے آج تک پہلے نبوت اور بعد میں خلافت علی منہاج نبوت کے زیر سایہ یہ اخبار تبلیغی و تربیتی فرائض سرانجام دیتا چلا آ رہا ہے۔ کئی سعید روحیں اس اخبار کے ذریعہ حلقہ بگوش احمدیت ہوئیں۔ اس اخبار کے ذریعہ خلفاء احمدیت کے ارشادات کی روشنی میں احمدی گھرانوں کی تربیت ہو رہی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتی چلی جائے گی۔

اخبار کی تیاری، اشاعت، پیکنگ و ترسیل میں کثیر اخراجات ہوتے ہیں۔ محض معمولی بدل اشتراک سے ان اخراجات کا پورا کرنا ممکن نہیں۔ اسکے لئے معاونین خاص کی اشد ضرورت ہے جو مامور زمانہؑ کے اس اخبار کے اخراجات کو برداشت کرنے والے ہوں۔ اس اخبار کی اعانت کرنے والوں کو اللہ کبھی ضائع نہیں ہونے دیگا کیوں کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ اِنِّی مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَكَ (یعنی میں اس کی مدد کرونگا جو تیری مدد کریں گے) معاونین کے تمام معاملات کا اللہ خود محافظ ہو جائے گا اور اپنے وعدہ کے مطابق ان کے کاروبار، ملازمت، باغ، فصل اور مال میں کئی گنا اضافہ کرے گا۔ انشاء اللہ

کسی بھی قسم کی راہنمائی کیلئے دفتر مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر سے رابطہ کریں۔

رابطہ نمبر 9815639670

***

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر نیز صدق اور کذب اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی امانت اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۲ صفحہ ۳۴۹ مطبوعہ بیروت)

طالب دُعا: خورشید احمد گنائی صاحب و اہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

جامعہ احمدیہ کی غرض و غایت

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”مَیں نے جامعہ احمدیہ کی convocation میں بھی کہا تھا کہ جماعت کو مربیان اور مبلغین کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت بہت بڑھ رہی ہے بلکہ بڑھ گئی ہے اس لئے زیادہ سے زیادہ واقفین نَو کو جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنا چاہئے۔ والدین بچپن سے ہی لڑکوں کو اس طرف توجہ دلائیں اور ان کی تربیت کریں۔ ایسی تربیت کریں کہ ان کو جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کا شوق پیدا ہو۔۔۔۔۔۔پس واقفین نَو بچوں کو کوشش کرنی چاہئے کہ جامعات میں داخل ہوں اور جیسا کہ میں نے کہا اس کے لئے ان کے والدین کو تیار کرنا چاہئے۔ ہمارے جامعات میں جتنی بھی گنجائش ہے کم از کم وہ پوری ہونی چاہئے۔ تبھی ہم اس وقت جو مبلغین کی اور مربیان کی ضرورت ہے اسے پورا کر سکتے ہیں۔“

(خطبہ جمعہ 10/ مارچ 2017ء فرمودہ حضرت مرزا مسرور احمد، خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

ارشاد نبوی ﷺ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفا تین چیزوں میں ہے: پچھنا لگوانے میں، شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں۔ مگر میں اپنی اُمّت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔

(بخاری کتاب الطب۔ باب الشِّفَاءِ فِی ثَلَاثٍ)

طالب دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

Love for All Hatred for None
99493-56387
Prop:Muhammad Saleem
MASROOR HOTEL
TEA,TIFFIN,MEALS,CHICKEN-BIRYANI,FAST-FOOD AVAILABLE HERE
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا محمد سلیم (ضلع نائب امیر جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

نمازِ جنازہ حاضر و غائب

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۸/مارچ ۲۰۲۶ء بروز ہفتہ بارہ بجے بعد دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لاکر مکرمہ اکبری بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم وزیر محمد صاحب مرحوم (ربوہ۔حال کرالی۔یوکے) اور مکرم محمد جلیل الرحمٰن جمیل صاحب ابن مکرم ڈاکٹر محمد حبیب الرحمٰن خان صاحب (یوکے) کی نمازِ جنازہ حاضر اور پانچ مرحومین کی نمازِ جنازہ غائب پڑھائی۔

نمازِ جنازہ حاضر

۱۔مکرمہ اکبری بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم وزیر محمد صاحب مرحوم (ربوہ۔حال کرالی۔یوکے)

24/مارچ 2026ء کو 83 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحومہ نماز اور روزہ کی پابند، غریبوں کا خیال رکھنے والی، سادہ مزاج، ہمدرد، خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار، بڑی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ چندوں کی ادائیگی باقاعدگی سے اور بروقت کیا کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹے، چار بیٹیاں، نواسے نواسیاں اور پوتے پوتیاں شامل ہیں۔

۲۔مکرم محمد جلیل الرحمٰن جمیل صاحب ابن مکرم ڈاکٹر محمد حبیب الرحمٰن خان صاحب (یوکے)

16/مارچ 2026ء کو 72 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مرحوم ہردلعزیز شخصیت کے مالک، ایک مخلص اور باوفا انسان تھے۔ آپ معروف شاعر بھی تھے۔ آپ کے بہت سے ترانے ایم ٹی اے پر پڑھے جاتے ہیں۔ خلافت کے ساتھ گہرا عقیدت اور محبت کا تعلق تھا۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بچے شامل ہیں۔

نمازِ جنازہ غائب

۱۔مکرم کرنل (ر) اعجاز احمد منہاس صاحب ابن مکرم محمد اکرم منہاس صاحب (راولپنڈی)

28/جنوری 2026ء کو 84 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت ولی داد خان صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑنواسے تھے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، بڑے شفیق، ہردلعزیز شخصیت کے مالک، ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت سے گہرا وفا اور اخلاص کا تعلق تھا۔ آپ کو 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں وطن عزیز کی خدمت کا موقع ملا۔ آپ نے جنرل سیکرٹری امارت راولپنڈی کینٹ و ضلع کے علاوہ مقامی جماعت میں سیکرٹری امور عامہ، سیکرٹری رشتہ ناطہ، سیکرٹری جائیداد، ایڈیشنل سیکرٹری اصلاح وارشاد دعوت الی اللہ اور صدر حلقہ پشاور روڈ شرقی کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کو مقامی جماعت اور ضلع کی طرف سے جو بھی ذمہ داری سونپی جاتی اسے ہمیشہ اخلاص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے شامل ہیں۔

۲۔مکرم میاں محمد اسلم عاصی صاحب ابن مکرم میاں عظمت علی صاحب (آف پتو کی حال ایڈیلیڈ، آسٹریلیا)

20/جنوری 2026ء کو 86 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کو 1963ء میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ احمدیت قبول کرنے سے قبل آپ ایک کٹر احراری خاندان کے اکیلے وارث تھے جو کہ تعویذ دھاگوں اور پیری مریدی جیسی بدعتوں میں جکڑا ہوا تھا۔ لیکن قبول احمدیت کے بعد سب کچھ چھوڑ دیا حتیٰ کہ اپنے والد کی گدی بھی قبول نہ کی۔ مرحوم نہ صرف پنجگانہ نمازوں کا باقاعدگی سے اہتمام کرتے بلکہ تہجد کی ادائیگی میں بھی شاذ و نادر ہی ناغہ ہوتا۔ روزانہ کم از کم قرآن مجید کے ایک پارے کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ سینکڑوں احمدی اور غیر احمدی افراد کو قرآن مجید پڑھایا۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مطالعہ کی طرف بھی خاص توجہ تھی اور تین بار روحانی خزائن کا دور مکمل کر چکے تھے۔ ایم ٹی اے کے آغاز سے ہی نہ صرف خود خطبات جمعہ براہ راست سننے کا اہتمام کرتے بلکہ سب بچوں، عزیزوں اور احباب جماعت کو بھی مسلسل یاد دہانی کرواتے رہتے تھے۔ چندہ جات میں اس قدر باقاعدہ تھے کہ سیکرٹری مال کے پوچھنے سے پہلے ماہ بہ ماہ آغاز میں ہی اپنا چندہ ادا کر دیتے اور ہر مالی قربانی میں اپنی بساط سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے اور اہل و عیال کو بھی اس کی تلقین کرتے رہتے تھے۔ شادی کے بارہ سال تک آپ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تو اس پر آپ کے تمام رشتہ دار اور گاؤں والے یہ کہنے لگے کہ یہ چونکہ قادیانی ہو گیا ہے لہٰذا ابتر رہے گا۔ اس اثناء میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی خدمت میں تمام حالات لکھ کر دعا کی درخواست کی کہ خدا تعالیٰ اولاد سے نوازے۔ حضورؒ نے خط کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا اور ضرور نرینہ اولاد سے نوازے گا۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار بیٹوں اور ایک بیٹی کے علاوہ پوتے، پوتیوں اور نواسے نواسیوں سے نوازا۔ جو سب خلافت احمدیہ کے ساتھ گہری محبت اور اطاعت کے تعلق میں بندھے ہوئے ہیں اور کسی نہ کسی رنگ میں خدمت کی بھی توفیق پا رہے ہیں۔ مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔

۳۔مکرم سردار ناصر الدین صاحب ابن مکرم سردار مجید الدین احمد صاحب (سابق صدر جماعت رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ)

16/جنوری 2026ء کو 75 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت صوفی نبی بخش صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑنواسے تھے۔ آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے دادا مکرم رسالدار حاکم علی صاحب کے ذریعہ آئی۔ آپ کا گھرانہ گاؤں کے بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا ہے۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، سادہ مزاج، مہمان نواز، اچھے اخلاق کے مالک، ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔ خلافت سے گہری عقیدت کا تعلق تھا۔ جماعتی کتب کے مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ چندوں میں باقاعدہ اور دیگر مالی تحریکات میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے، واقفین زندگی کا بہت احترام کرتے اور جماعتی سرگرمیوں میں باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں کھیلوں میں بھی بڑی باقاعدگی سے حصہ لیتے رہے اور فٹ بال کے اچھے کھلاڑی تھے۔ اسی طرح گھوڑسواری کا بھی بہت شوق تھا۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں تین اہلیہ، تین بیٹے، دو بہنیں اور ایک بھائی شامل ہیں۔ آپ مکرم نصیر الدین ہمایوں صاحب (عملہ حفاظت خاص اسلام آباد یوکے) کے بڑے بھائی تھے۔

۴۔مکرم راشد محمود ڈوگر صاحب ابن مکرم عبد الرشید ڈوگر صاحب (آف Flieden، جرمنی)

23/جنوری 2026ء کو 53 سال کی عمر میں ایک حادثے میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا اور جماعتی پروگراموں میں باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے۔ مرحوم اچھے اخلاق کے مالک، بڑے مخلص اور نیک انسان تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

۵۔مکرم پروفیسر ڈاکٹر عنایت اللہ منگلا صاحب ابن مکرم غلام محمد منگلا صاحب (آف ورجینیا، امریکہ)

18/جنوری 2026ء کو 81 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ مکرم عزیز الرحمٰن منگلا صاحب (مربی سلسلہ) کے بھائی تھے جن کے ذریعہ آپ اور آپ کی فیملی نے 1954ء میں بیعت کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ مرحوم نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کرنے کے بعد 1965ء میں پنجاب یونیورسٹی سے معاشیات میں ماسٹرز کیا۔ پھر سکالرشپ پر Michigan State یونیورسٹی، امریکہ سے 1978ء میں معاشیات میں پی ایچ ڈی مکمل کرنے کے بعد پاکستان واپس آئے۔ 1972ء میں آپ کی شادی مکرمہ عائشہ نصیر صاحبہ بنت مکرم پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب سے ہوئی۔ یہ رشتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے تجویز فرمایا۔ 1981ء میں آپ کینیڈا چلے گئے اور 1985ء میں وہاں سے امریکہ منتقل ہو گئے جہاں 31 سال تک Western Michigan University میں بطور Finance پروفیسر تدریس کا کام کیا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد 2018ء میں آپ اپنی بیٹی کے پاس ورجینیا منتقل ہو گئے اور وفات تک یہیں مقیم رہے۔ مرحوم کا خلافت کے ساتھ گہری وفا کا تعلق تھا۔ آپ بہت عاجز اور منکسر المزاج طبیعت کے حامل تھے۔ مرحوم کو خدمتِ خلق کا بہت شوق تھا۔ علمی اور عملی میدان میں بہت سے احمدی اور غیر احمدی افراد آپ سے مستفیض ہوتے رہے۔ پاکستان میں اپنے خاندان اور گاؤں کے افراد کا آپ بہت خیال رکھتے اور ان کی معاونت کیا کرتے تھے۔ چک منگلا میں مسجد کی تعمیر کے لیے مالی قربانی کی بھی توفیق پائی۔ مربیان اور واقفین زندگی کا بہت احترام کرتے تھے۔ بچوں کو خلافت اور نظام جماعت سے وابستہ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ ہر ماہ جماعتی میٹنگز میں شمولیت کے لیے باقاعدگی سے مسجد جایا کرتے تھے۔ آپ کے گھر میں لمبے عرصہ تک نماز جمعہ ادا کی جاتی رہی۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

☆...☆...☆

RG
RAICHURI GROUP
BUILDERS & DEVELOPERS

طالبِ دعا
Abdul Rehman Raichuri
(Aka - Maqbool Ahmed)

RAICHURI GROUP OF COMPANIES
Raichuri Builders & Developers LLP
G M Builders & Developers
Raichuri Constructions

Our Corporate office
B Wing, Office no 007
Itkar Soc, Suresh Nagar, RTO, Andheri
West, Mumbai - 400053
Tel : 02226300634 / 9987652552
Email id :
raichuri.build.develop@gmail.com
gm.build.develop@gmail.com

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

آنحضرت ﷺ کے پُرحکمت فیصلے اور ارشادات

خطبہ جمعہ فرمودہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 14/ دسمبر 2007 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی کس صفت کے حقیقی مظہر تھے؟

جواب: آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفت ''حکیم'' کے حقیقی مظہر تھے۔ آپ ﷺ کی پیدائش، بعثت، تعلیم، ارشادات اور عملی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ایسا کامل اظہار ہوا کہ آپ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے دنیا کو حکمت اور دانائی کی تعلیم دی۔

سوال: آنحضرت ﷺ کے قول و فعل کو قرآن کریم کی تفسیر کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: کیونکہ آپ ﷺ کے احکام، اقوال، اعمال اور نصائح دراصل قرآن کریم کی پُرحکمت تعلیم کی عملی تفسیر ہیں۔ آپ ﷺ نے صرف احکام بیان نہیں فرمائے بلکہ خود ان پر عمل کرکے دکھایا۔ اس لیے آپ ﷺ کی پوری زندگی قرآن کریم کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہے۔

سوال: ایک مومن کو آنحضرت ﷺ کے ہر قول و فعل کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟

جواب: ایک مومن کو یقین رکھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کا کوئی قول یا فعل حکمت سے خالی نہیں۔ اگر کسی حکم کی حکمت فوراً سمجھ نہ بھی آئے تو مومن کا ایمان ہونا چاہیے کہ اس میں ضرور کوئی حکمت اور انسان کی بھلائی پوشیدہ ہے۔

سوال: ''اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ'' کا کیا مطلب ہے؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ حَیْثُ مَا وَجَدَھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا۔

یعنی حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے، جہاں کہیں وہ اسے پائے وہی اس کا زیادہ حقدار ہے۔

یہ حدیث سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحکمۃ، حدیث 4169 میں بیان ہوئی ہے۔

سوال: اس حدیث سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ حکمت کی بات خواہ کسی ایسے شخص سے ملے جسے ہم کم علم، غریب، کم عمر یا اپنے سے کمتر سمجھتے ہوں، ہمیں بات کی حقیقت اور فائدے کو دیکھنا چاہیے۔ اگر اس میں حکمت ہے تو اسے قبول کرنا چاہیے۔ تکبر کی وجہ سے کسی اچھی بات کو رد نہیں کرنا چاہیے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی حکمت صرف عبادات تک محدود تھی؟

جواب: نہیں۔ آپ ﷺ کی حکمت زندگی کے ہر شعبہ میں ظاہر ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کے گھریلو معاملات، معاشرتی امور، تربیتی ارشادات، کاروباری معاملات، قومی فیصلوں، جنگی حکمتِ عملی اور دشمنوں کے ساتھ معاملات سب میں حکمت کا اعلیٰ معیار نظر آتا ہے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی آپ کے پُرحکمت فیصلوں کی کوئی مثال ملتی ہے؟

جواب: جی ہاں۔ تعمیر کعبہ اور حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر قبائل میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور جنگ کی نوبت آچکی تھی۔ جب آنحضرت ﷺ وہاں تشریف لائے تو سب نے خوشی سے کہا کہ ''یہ امین آ گیا'' اور آپ ﷺ کو اپنا منصف تسلیم کیا۔

سوال: حجر اسود کی تنصیب کے اختلاف کو آنحضرت ﷺ نے کس حکمت سے حل فرمایا؟

جواب: آپ ﷺ نے ایک چادر منگوائی، حجر اسود کو اس پر رکھا اور تمام قبائل کے سرداروں کو چادر کے کنارے پکڑ کر اسے اٹھانے کا موقع دیا۔ پھر جب حجر اسود مقررہ مقام تک پہنچ گیا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے اپنی جگہ نصب کر دیا۔ یوں تمام قبائل کو عزت بھی مل گئی اور اختلاف بھی ختم ہو گیا۔

سوال: اس واقعہ سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حقیقی لیڈر اختلاف کو طاقت کے ذریعے نہیں بلکہ حکمت، انصاف، فہم و فراست اور سب کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے حل کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسا فیصلہ فرمایا جس میں کسی فریق کو شکست یا تحقیر کا احساس نہیں ہوا۔

سوال: ''حکمت کی بات'' کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟

جواب: آپ ﷺ نے فرمایا کہ حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے؛ جہاں ملے اسے لے لینا چاہیے۔ اس میں یہ تعلیم ہے کہ مومن ہمیشہ علم و حکمت کا طالب رہے اور اچھی بات کو اس کے قائل کی شخصیت دیکھ کر رد نہ کرے۔

سوال: ثمامہ بن اثال کے واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے کون سی حکمت اختیار فرمائی؟

جواب: ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرکے مسجد نبوی میں باندھ دیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اسے فوراً اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ تین دن تک اسے مسلمانوں کی عبادت، اخلاص، رسول اللہ ﷺ سے محبت اور اسلامی تعلیمات کا عملی مشاہدہ کرنے کا موقع دیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ اس کے دل میں نرمی پیدا ہو گئی ہے تو اسے آزاد کر دیا۔ نتیجتاً ثمامہ نے اسلام قبول کر لیا۔

سوال: ثمامہ بن اثال کے واقعہ سے تبلیغ کے متعلق کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تبلیغ میں جلد بازی یا جبر کے بجائے حکمت، صبر، عملی نمونہ اور حالات کے مطابق طریق کار اختیار کرنا چاہیے۔ بعض اوقات عملی کردار زبانی تبلیغ سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔

سوال: آنحضرت ﷺ نے توکل اور اسباب کے درمیان کیا توازن قائم فرمایا؟

جواب: ایک شخص نے پوچھا کہ کیا اونٹ کو کھلا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ پر توکل کرے یا پہلے اسے باندھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اَعْقِلْھَا وَتَوَکَّلْ یعنی ''اس کا گھٹنا باندھو اور پھر اللہ پر توکل کرو۔''

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ والرقائق، باب 60، حدیث 2517)

سوال: ''اونٹ باندھو اور توکل کرو'' کا بنیادی سبق کیا ہے؟

جواب: اس کا بنیادی سبق یہ ہے کہ اسلام محض ظاہری اسباب چھوڑ دینے کا نام نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ ساتھ جائز اور ضروری اسباب اختیار کرنا بھی سنت اور حکمت کا تقاضا ہے۔

سوال: غزوۂ احد کے بعد آنحضرت ﷺ نے کون سا پُرحکمت فیصلہ فرمایا؟

جواب: غزوۂ احد کے بعد مسلمانوں کی جسمانی حالت بہت خراب تھی۔ اس دوران اطلاع ملی کہ کفارِ مکہ دوبارہ حملہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کے تعاقب کا فیصلہ فرمایا اور اعلان کروایا کہ صرف وہی صحابہؓ آپ ﷺ کے ساتھ جائیں گے جو گزشتہ روز غزوۂ احد میں شریک ہوئے تھے۔ یہ واقعہ حمراء الاسد کے نام سے معروف ہے۔

سوال: غزوۂ حمراء الاسد کے فیصلے میں کیا حکمت تھی؟

جواب: اس فیصلے سے مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا اور دشمن پر یہ اثر پڑا کہ مسلمان شدید زخمی ہونے کے باوجود دوبارہ مقابلہ کے لیے تیار ہیں۔ دشمن نے واپس آکر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی اور پیچھے ہٹ گیا۔

سوال: صلح حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ کی حکمت کا کیا اظہار ہوا؟

جواب: صلح حدیبیہ میں آپ ﷺ نے ایسے حالات میں بھی صبر، دوراندیشی اور حکمت سے کام لیا جہاں بظاہر بعض شرائط مسلمانوں کے لیے سخت محسوس ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کی حکمتِ عملی نے بالآخر ایسے نتائج پیدا کیے جن سے اسلام کی تبلیغ اور مسلمانوں کی قوت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔

سوال: عروہ بن مسعود نے صحابہؓ کو دیکھ کر کیا گواہی دی؟

جواب: عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے موقع پر صحابہؓ کی رسول کریم ﷺ سے محبت اور ادب دیکھ کر اعتراف کیا کہ اس نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی جیسے بڑے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں، لیکن محمد ﷺ کے صحابہؓ جیسی اپنے نبی ﷺ سے عقیدت اور محبت کہیں نہیں دیکھی۔

سوال: اس واقعہ سے آنحضرت ﷺ کی قیادت کے بارے میں کیا معلوم ہوتا ہے؟

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے صرف ظاہری اقتدار سے لوگوں کو تابع نہیں کیا بلکہ محبت، اخلاق، روحانی اثر اور حسنِ سلوک سے لوگوں کے دلوں پر حکومت کی۔

سوال: ایک یہودی نے آنحضرت ﷺ کو کس طرح سلام کیا اور آپ ﷺ نے کیا جواب دیا؟

جواب: ایک یہودی نے ''اَلسَّامُ عَلَیْکَ'' کہا، یعنی تم پر ہلاکت ہو۔ آنحضرت ﷺ نے جواب میں ''وَعَلَیْکَ'' فرمایا۔ صحابہؓ نے اسے سزا دینے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے منع فرمایا اور اہل کتاب کے ساتھ مناسب طرزِ عمل کی تعلیم دی۔

سوال: اس واقعہ میں آنحضرت ﷺ کی کون سی حکمت نمایاں ہوتی ہے؟

جواب: اس میں تحمل، ضبطِ نفس، قانون پسندی اور غیر ضروری انتقام سے اجتناب کی حکمت نمایاں ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے کسی فردی کی اشتعال انگیزی کو عمومی فساد کا ذریعہ نہیں بننے دیا۔

***

ولادت

اللہ تعالیٰ نے خاکسار کے بیٹے عزیزم ظفر مدثر آف کنیڈا کو مورخہ 2026-08-13 کو بیٹی کی نعمت سے نوازا ہے عزیزہ کا نام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آئرہ ظفر تجویز فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خاکسار کی پوتی عزیزہ آئرہ ظفر کو صحت و تندرستی والی زندگی عطاء فرمائے اور عزیزہ کا نیک نصیب کرے۔ آمین

قارئین بدر سے عزیزہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

دعائے مغفرت

2/ جون کو مکرمہ مظفر جہاں صاحبہ بنت محترم مولوی ضمیر احمد صاحب مرحوم سابق صدر جماعت امروہہ کی وفات 78 سال کی عمر میں کراچی میں ہوئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مرحومہ کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی درخواست ہے مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور بہت ہی صابرہ خاتون تھیں مرحومہ کے تمام بچے مخلص احمدی اور خلافت سے بہت محبت کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھے اور مرحومہ کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

(مظفر احمد ظفر سابق مربی سلسلہ)

خطبہ جمعہ بطرز سوال و جواب

آنحضرت ﷺ کے عظیم الشان خلق، سچائی اور راستبازی کا تذکرہ

خطبہ جمعہ فرمودہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 17/اپریل 2026ء بطرز سوال و جواب
بمنظوری سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: آنحضرت ﷺ نے سنی سنائی بات آگے پھیلانے والے کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات لوگوں میں بیان کرتا پھرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خبر کی تحقیق کیے بغیر اسے آگے پہنچانا بھی جھوٹ کے دائرے میں آتا ہے۔

سوال: سنی سنائی باتیں پھیلانا کس طرح جھوٹ بن جاتا ہے؟

جواب: جب انسان کسی بات کی حقیقت معلوم کیے بغیر اسے دوسروں تک پہنچاتا ہے تو وہ غیر مصدقہ بات کو حقیقت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ خطبہ میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو کہتے ہیں کہ ''ہم نے سنا تھا''، لیکن تحقیق کرنے پر بات غلط نکلتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے طرزِ عمل کو جھوٹ قرار دیا ہے۔

سوال: صحابہؓ کو جھوٹ کس قدر ناپسند تھا؟

جواب: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کو جھوٹ سے بڑھ کر کوئی خصلت زیادہ ناپسند نہ تھی۔ اگر کسی شخص نے نبی کریم ﷺ کے سامنے جھوٹ بولا تو آپؐ کے دل میں اس کا اثر رہتا، یہاں تک کہ آپؐ کو معلوم ہو جاتا کہ اس شخص نے توبہ کر لی اور جھوٹ بولنے سے مکمل طور پر اجتناب شروع کر دیا ہے۔

سوال: اپنی سوت کو چڑانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرنے کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کیا فرمایا؟

جواب: ایک عورت نے پوچھا کہ اگر وہ اپنے خاوند کی طرف سے ایسی نعمتوں کا اظہار کرے جو حقیقت میں اسے ملی ہی نہیں، صرف اپنی سوت کو چڑانے کے لیے، تو کیا یہ جائز ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ایسی چیز سے سیر ہونے کا اظہار کرے جو اسے دی ہی نہیں گئی، وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی مانند ہے۔

سوال: ''جھوٹ کے دو کپڑے پہننے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: خطبہ میں اس کی تشریح بیان ہوئی ہے کہ یہاں کپڑے کا لفظ مثال کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایسا شخص جھوٹ اور فریب میں پوری طرح ملوث ہے؛ گویا اس نے سر سے پاؤں تک جھوٹ کا لباس پہن رکھا ہے۔

سوال: جھوٹی خبریں اور افواہیں پھیلانے والوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے کیا انذار فرمایا؟

جواب: ایک رؤیا میں ایسے شخص کا عبرتناک انجام دکھایا گیا جو صبح اپنے گھر سے نکل کر ایک جھوٹی بات بناتا اور وہ بات چاروں طرف پھیل جاتی تھی۔ اس کے منہ، نتھنے اور آنکھ کو لوہے کے کانٹے سے چیرنے کا عذاب دکھایا گیا۔ اس سے جھوٹی باتیں اور افواہیں پھیلانے کی سنگینی ظاہر ہوتی ہے۔

سوال: لوگ جھوٹی باتیں کن مقاصد کے لیے پھیلاتے ہیں؟

جواب: خطبہ میں بیان ہوا ہے کہ بعض لوگ زبان کے مزے یا لطف کے لیے باتیں کرتے ہیں، جبکہ بعض اوقات کسی کو معاشرے میں بدنام کرنے یا نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹی باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ دونوں صورتیں قابل مؤاخذہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی پکڑ ہو سکتی ہے۔

سوال: کاروبار میں سچائی کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خریدنے اور بیچنے والے اگر سچائی اختیار کریں اور صاف صاف بات بیان کریں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت دی جاتی ہے۔ لیکن اگر وہ بات چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کی خرید و فروخت کی برکت مٹادی جاتی ہے۔

سوال: کاروباری معاملات میں جھوٹ کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جواب: جھوٹ کی وجہ سے کاروبار سے برکت اٹھ جاتی ہے۔ خطبہ میں توجہ دلائی گئی ہے کہ بہت سے کاروباری جھگڑے جھوٹی باتوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والا دنیا میں نقصان اٹھانے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی گنہگار قرار پاتا ہے۔

سوال: جھوٹ بولنے والے سے فرشتہ کیوں دور ہو جاتا ہے؟

جواب: حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس بدبو کی وجہ سے جو اس کے جھوٹ سے پیدا ہوتی ہے فرشتہ اس سے ایک میل دور ہو جاتا ہے۔ اس سے جھوٹ کی روحانی قباحت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سوال: آنحضرت ﷺ نے اناج کے تاجر کو کیا نصیحت فرمائی؟

جواب: آپ ﷺ ایک اناج کے ڈھیر کے پاس سے گزرے اور آپؐ نے اپنا ہاتھ اناج کے اندر ڈالا تو اندر سے نمی محسوس ہوئی۔ تاجر نے بتایا کہ بارش کی وجہ سے اناج گیلا ہو گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے اوپر کیوں نہ رکھا تا کہ لوگ اسے دیکھ سکتے۔ پھر فرمایا: ''جس نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''

سوال: ''جس نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے'' کا کیا مفہوم ہے؟

جواب: اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ دھوکا دہی اسلام کی بنیادی اخلاقی تعلیمات کے خلاف ہے۔ ایک مسلمان کو اپنے معاملات میں اس قدر صاف اور دیانت دار ہونا چاہیے کہ وہ کسی شخص کو حقیقت چھپا کر نقصان نہ پہنچائے۔

سوال: احمدی مسلمان کے لیے سچائی کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر آنحضرت ﷺ پر حقیقی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے، اس کے ہر قول اور فعل میں سچائی کا اعلیٰ معیار ہونا چاہیے۔ محض ایمان کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ عملی زندگی میں صداقت کا اظہار ضروری ہے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کو بعثت سے پہلے کن اوصاف کی وجہ سے شہرت حاصل تھی؟

جواب: آنحضرت ﷺ سچائی، امانت اور دیانت میں سب سے نمایاں تھے۔ اسی وجہ سے آپؐ اپنی قوم میں صادق اور امین کے نام سے مشہور تھے۔ آپؐ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا گیا اور لوگ آپؐ کو صدوق، امین، بردبار اور نہایت مہربان سمجھتے تھے۔

سوال: اہل مکہ نے آنحضرت ﷺ کو ''امین'' اور ''صدیق'' کیوں کہا؟

جواب: کیونکہ آپؐ کی پوری زندگی صداقت اور امانت کا عملی نمونہ تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ عربوں کی سینکڑوں سالہ تاریخ میں صرف آنحضرت ﷺ کو پوری قوم کی طرف سے امین اور صدیق کا خطاب ملا۔ یہ اس بات کی غیر معمولی شہادت تھی کہ آپؐ کی صداقت اور امانت کی کوئی مثال ان کے علم میں موجود نہ تھی۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی سچائی کی سب سے بڑی گواہی کیا تھی؟

جواب: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ کی اپنی زندگی آپؐ کی صداقت کی سب سے بڑی گواہی تھی۔ آپؐ نے اپنی پوری زندگی اپنی قوم کے درمیان گزاری تھی۔ لوگ آپؐ کے بچپن، جوانی اور بڑھاپے سے واقف تھے اور آپؐ کی خلوت و جلوت سے واقف تھے۔ اس لیے آپؐ کی زندگی خود آپؐ کے دعوائے صداقت کی زبردست دلیل تھی۔

سوال: حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ کی رسالت کو فوراً کیوں تسلیم کر لیا؟

جواب: حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کی سابقہ زندگی، آپؐ کے اخلاق اور صداقت سے بخوبی واقف تھے۔ جب آپؓ نے آپؐ سے رسالت کے دعوے کی تصدیق چاہی اور آپؐ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں تو حضرت ابوبکرؓ نے بلا تردد آپؐ کی تصدیق کر دی۔

سوال: حضرت ابوبکرؓ کے ایمان لانے کی بنیادی وجہ کیا تھی؟

جواب: حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کا نفس ناطقہ اپنی سچائی کا خود شاہد تھا۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کی زندگی اور کردار سے اس قدر واقف تھے کہ آپؐ کی صداقت کو تسلیم کرنے کے لیے کسی بیرونی دلیل کے محتاج نہ تھے۔

سوال: آنحضرت ﷺ کی صداقت پر حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ نے کس طرح گواہی دی؟

جواب: ان بزرگوں نے آپؐ کی زندگی، اخلاق، معاملات اور قربت سے آپؐ کی صداقت کو دیکھا اور آپؐ پر ایمان لائے۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی پہلی وحی کے موقع پر آپؐ کی دلجوئی کی، حضرت علیؓ نے کم عمری میں آپؐ کا ساتھ دیا اور حضرت زید بن حارثؓ نے آپؐ کے اخلاق اور معاملات کا طویل مشاہدہ کر کے آپؐ کی صداقت کی گواہی دی۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ نے آنحضرت ﷺ کے ابتدائی ساتھیوں کو کس انداز میں بیان کیا؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے دعویٔ نبوت کے فوراً بعد ایسے مخلص ساتھی عطا فرمائے جنہوں نے آپؐ کی صداقت کو پہچانا۔ ورقہ بن نوفلؓ، حضرت خدیجہؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے مختلف انداز میں آپؐ کی صداقت کی گواہی دی۔

***

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''تم اپنے زیرِ نظر تقویٰ کے اعلیٰ مدارج کو حاصل کرنا رکھو اور اس کے لئے دقائق تقویٰ کی رعایت ضروری ہے۔'' (ملفوظات جلد 4 صفحہ 442 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

طالب دعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ ڈارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

وصایا

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر 12741:میں مبارکہ بیگم زوجہ مکرم محمد عارف بھٹی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش:26 مارچ 1990ء پیدائشی احمدی ساکن:مسجد بشیر جالندھر ضلع جالندھر صوبہ پنجاب مستقل پتہ: جماعت احمدیہ دہری رلیوٹ ڈاکخانہ دہری رلیوٹ ضلع راجوری بقائمی ہوش و حواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 5 مئی 2026ءوصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی:ایک جوڑی چھوٹی بالیاں کان کی ایک ناک کا چھوٹا کوکا وزن 2 گرام 22 کیریٹ۔حق مہر 50000 روپے بذمہ خاوند۔میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 500روپے ہے۔میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16اور ماہوار آمد پر 1/10حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ:سوداگر خان الامۃ:مبارکہ بیگم گواہ:ظہیر احمد بھٹی

مسل نمبر 12742:میں سلمہ پروین زوجہ مکرم مجلس احمد خان صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش:27دسمبر 1998ء پیدائشی احمدی ساکن:محمود آباد کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 15جولائی 2026ءوصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی:89. 7تولہ 22 کیریٹ۔زیور نقرئی:370 گرام۔حق مہر 75000 روپے بذمہ خاوند۔میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 1000روپے ہے۔میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16اور ماہوار آمد پر 1/10حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: مجلس احمد خان الامۃ:سلمہ پروین گواہ:اخترالدین خان

مسل نمبر 12743:میں نجیب احمد ولد مکرم عطاء المجیب صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ تجارت تاریخ پیدائش 7 جولائی 2008ء پیدائشی احمدی ساکن: گوراقبر تلسی پور کٹک اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 7جولائی 2026ءوصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی ۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔میرا گزارہ آمد از تجارت ماہوار 5000روپے ہے۔میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16اور ماہوار آمد پر 1/10حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ :نوید الفتح العبد:نجیب احمد گواہ:عطاء المجیب

مسل نمبر 12755:میں امۃ الحفیظ زوجہ مکرم سلیم خان صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری عمر 28 سال پیدائشی احمدی ساکن :دار البرکات کیرنگ اڈیشہ بقائمی ہوش و حواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 10اگست 2026ءوصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔زیور طلائی:ایک عدد نیکلس 9 گرام،دو عدد نیکلس 12.6 گرام، کان کی بالی 6 گرام، کان کی بالی 3 گرام،ایک انگوٹھی 5 گرام،ایک چین 9.27 گرام، بینگلز 5 گرام۔زیور نقرئی:175 گرام۔حق مہر 120000روپے۔میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 2000روپے ہے۔میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16اور ماہوار آمد پر 1/10حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ:سلیمان خان الامۃ: امۃ الحفیظ گواہ:حلیم احمد

مسل نمبر 12756:میں سلیم خان ولد مکرم اللہ بخش خان صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ ملازمت عمر 38 سال پیدائشی احمدی ساکن:دار البرکات کیرنگ ضلع خوردہ صوبہ اڈیشہ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ 10اگست 2026ءوصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی ۔خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔میرا گزارہ آمد از ملازمت ماہوار 20000روپے ہے۔میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16اور ماہوار آمد پر 1/10حصّہ تازیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ :سلیمان خان العبد:سلیم خان گواہ:حلیم احمد

ضلع شوپیان کے واقفینِ نو و واقفاتِ نو کا سالانہ اجتماع

الحمد للہ ضلع شوپیاں کا سالانہ اجتماع واقفینِ نو و واقفاتِ نو مورخہ 5 و 6 ستمبر 2026ء کو منعقد ہوا، جس میں واقفینِ نو و واقفاتِ نو کے ساتھ بچوں کے والدین، سیکرٹری وقفِ نو، مربیان اور معلمین بھی شامل ہوئے۔ اجتماع کا آغاز نمازِ تہجد سے ہوا، جبکہ افتتاحی تقریب محترم خورشید احمد گنائی صاحب، امیر ضلع شوپیاں کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ اجتماع کے دوران واقفینِ نو و واقفاتِ نو کے لیے مختلف علمی، تربیتی اور ورزشی پروگرام منعقد ہوئے۔علمی مقابلہ جات میں حصہ لینے والے بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔ بچوں کے لیے کھانے کا مناسب انتظام بھی کیا گیا۔

اجتماع کے موقع پر ”تحریکِ وقفِ نو اور وقفِ زندگی“ کے عنوان سے ایک خصوصی نشست بھی منعقد ہوئی، جس میں وقفِ نو اور وقفِ زندگی کی اہمیت اور ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا۔ بچوں کی ضروریات اور انفرادی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انفرادی کونسلنگ بھی کی گئی۔ اجتماع کی اختتامی تقریب بھی محترم خورشید احمد گنائی صاحب، امیر ضلع شوپیاں کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی، جس کے اختتام پر دعا کے ساتھ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا۔

الحمد للہ، اجتماع مجموعی طور پر دینی، علمی، تربیتی اور جسمانی سرگرمیوں کے اعتبار سے مفید اور کامیاب رہا۔

(انچارج شعبہ وقف نو بھارت)

سالانہ اجتماع ضلع کولگام زون B کشمیر

الحمد للہ ضلع کولگام زون B کا سالانہ اجتماع واقفینِ نو و واقفاتِ نو 20 ستمبر 2026ء کو منعقد ہوا۔ اجتماع کا آغاز افتتاحی تقریب سے ہوا، جو محترم مظفر احمد صاحب، امیر ضلع کولگام زون B کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ اجتماع کے دوران واقفینِ نو و واقفاتِ نو کے لیے مختلف دینی، علمی اور تربیتی پروگرام منعقد ہوئے۔ مجموعی طور پر اجتماع نہایت کامیاب اور مفید رہا۔ پروگراموں میں واقفینِ نو و واقفاتِ نو کے علاوہ مربیان، معلمین، والدین اور سیکرٹریانِ وقفِ نو نے بھی شرکت کی۔ بچوں کی علمی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان میں علمی ذوق پیدا کرنے کے لیے مختلف علمی مقابلہ جات ہوئے۔

نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے بچوں میں حوصلہ افزائی کے لیے انعامات بھی تقسیم کیے گئے۔ اجتماع میں ایک خصوصی پروگرام بعنوان ”وقفِ زندگی ایک عہد، ایک سفر، ایک نعمت“ بھی منعقد کیا گیا، جس کے ذریعے وقفِ زندگی کی اہمیت، مقصد اور ذمہ داریوں کو اجاگر کیا گیا۔

اجتماع کا اختتامی پروگرام بھی محترم مظفر احمد صاحب، امیر ضلع کولگام زون B کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ اختتامی تقریب میں اجتماع کے اغراض و مقاصد، حاصل ہونے والے نتائج و آئندہ کے لیے تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی گئی۔ الحمد للہ، یہ اجتماع واقفینِ نو و واقفاتِ نو کی دینی، علمی اور تربیتی ترقی کے لیے ایک مفید اور کامیاب اجتماع ثابت ہوا۔

(انچارج شعبہ وقف نو بھارت)

بھوا ضلع فتح پور میں جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ بھوا ضلع فتح پور میں 26/اگست 2026ء بروز بدھ بعد نماز مغرب و عشاء زیر صدارت مکرم و محترم اسماعیل صاحب صدر جماعت بھوا جلسہ سیرت النبی ﷺ منعقد ہوا- اس جلسے کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن کریم سے کیا گیا جو کہ مکرم قمرالدین صاحب نائب امیر ضلع فتح پور نے سُریلی آواز میں پیش کی- بعدہ مکرم جابر احمد صاحب نے ایک نظم بڑی ہی خوش الحان آواز میں پڑھ کر سنائی- اس جلسے کی پہلی تقریر مکرم امیر صاحب ضلع فتح پور نے ”سیرتِ خاتم النبیین ﷺ -دشمنوں سے حسنِ سلوک“ کے موضوع پر کی۔ اس جلسے کی دوسری نظم عزیز مکرم یاسر احمد نے پڑھ کر سنائی- اس جلسے کی دوسری تقریر خاکسار نے ”سیرت آنحضرت ﷺ رواداری کے بے مثال عملی نمونے“ کے موضوع پر کی- جس میں خاکسار نے شاملینِ جلسہ کو آنحضور ﷺ کی زندگی و رواداری، غیروں سے حسنِ سلوک اور جنگوں میں آپ ﷺ کے مثالی نمونے کے بارے میں بتایا- نیز بتایا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ آپؐ کی پاک تعلیم اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے پھیلا ہے۔

صدارتی خطاب و دعا کے بعد یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ شاملینِ جلسہ کے لیے طعام کا بھی انتظام تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جلسے میں شاملین کی تعداد 62 تھی- الحمد لله علىٰ ذالك

آخر پر قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسے کے بہترین نتائج ظاہر فرمائے اور ہم سب کو حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی منشاء کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے والا بنائے -آمین

اشاد علی مبلغ انچارج ضلع فتحپور یوپی

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
Email: badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57
Weekly BADAR Qadian
Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA
Postal Reg. No. GDP/001/2026-28 Vol. 75 Thursday 22-29 October-2026 Issue. 43-44

ACT. MANAGER
ATHAR AHMAD SHAMIM
Mobile : +91 9815639670
Email:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (WEIGHT : 50 -100 Gms/Issue)

قناعت اور سادگی کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۶؍ اکتوبر ۲۰۲۶ء بمطابق ۱۶؍ اخاء ۱۴۰۵ ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورت ص کی آیت ۸۷ کی تلاوت فرمائی۔ بعد ازاں اس آیت کریمہ کا ترجمہ بیان فرمایا کہ تُو کہہ دے کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف سے بات کرنے کا عادی ہوں۔

حضور انور نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ سے اعلان کروا رہا ہے کہ لوگوں میں اعلان کر دو کہ مَیں تمہیں جو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچا رہا ہوں، تمہاری بہتری کے راستے دکھا رہا ہوں یہ صرف اور صرف تمہاری دنیا و عاقبت سنوارنے کے لیے ہے۔ مجھے اس کام کے بدلے تمہارے سے کچھ نہیں چاہیے۔ میری زندگی پاک ہے اور جب زندگی تکلّفات سے پاک ہو تو پھر دنیاوی اجر کی کیا ضرورت ہے۔

یہ وہ سادگی کا معیار ہے جس کا اظہار مختلف موقعوں پر آپؐ کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے۔ آپؐ نے مومنوں کو بھی یہی نصائح فرمائیں کہ سادگی سے زندگی بسر کرو۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کے لیے کوئی حق نہیں ان باتوں کے سوا کہ ایک گھر ہو جس میں وہ رہے۔ اور اس قدر کپڑے ہوں جو اس کے ننگ کو ڈھانپ سکیں۔ اور روکھی سوکھی روٹی۔ اور پانی ہو۔

آنحضور ﷺ اس میں اپنی زندگی کا نقشہ کھینچ رہے ہیں کہ میری سادگی کا یہ مقام ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی دعا میں یہ کہتے سنا کہ اے اللہ! مجھے مسکین کے طور پر زندہ رکھنا اور مسکین کے طور پر موت دینا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر کرنا۔

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ نے آپؐ کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں سنتے۔ کیا تم نہیں سنتے۔ یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔ یقیناً سادگی ایمان کا حصہ ہے۔

حضرت عمران بن حسینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ اپنے اس بندے سے محبت کرتا ہے جو مومن ہو، نادار ہو، سوال سے بچنے والا ہو اور عیال دار ہو۔

حضور انور نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ سوال سے انسان تب بچ سکتا ہے جب سادگی ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ غرباء مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شکایت کی جو اللہ تعالیٰ نے دولت مندوں کو ان پر فضیلت دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اے غریبو! کیا میں تمہیں بشارت نہ دوں کہ غریب مومن جنت میں دولت مندوں سے نصف دن یعنی پانچ سو سال پہلے داخل ہو گا۔

حضور انور نے فرمایا کہ

آج کل دنیاوی چیزوں کی اس قدر لالچ ہے کہ انسان کی سوچوں میں سے یہی چیز بسنے لگ گئی ہے کہ دنیا ہی دنیا ہے۔ ایسے میں جو آپ ﷺ کے ارشاد پر چلنے والے ہوں گے وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے ہوں گے

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور کام نہ کرے۔ اپنی پوری توجہ اور محنت سے کام کرنا اور پھر سادہ زندگی گزارنا اور قناعت کرنا اور اللہ تعالیٰ کا شکر کرنا یہ ایک مومن کا شیوہ ہے جو اس کے ایمان میں بھی اضافہ کرتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا:

تُو دنیا میں اس طرح بسر کر گویا کہ تُو پردیسی ہے یا راہ پہ چلتا مسافر ہے۔

آنحضرت ﷺ اپنی سادگی اور عاجزی کا اظہار ہر موقع پر کس طرح فرماتے۔ اس بارے میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو جیسے نصاریٰ نے ابن مریمؑ کی تعریف میں مبالغہ کیا۔ مَیں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ اور تم یہی کہا کرو کہ اس کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ۔

آپؐ کے مکان اور رہائش کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد مسجد نبویؐ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی رہائش کے لیے مکان تیار کیا گیا۔ مکان کیا تھا۔ دس ضرب پندرہ فٹ کا ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ اس ہجرے اور مسجد کے درمیان ایک دروازہ رکھا گیا تھا جس میں سے گزر کر آپؐ نماز وغیرہ کے لیے مسجد تشریف لاتے۔ جب آپؐ نے اَور شادیاں کیں تو اسی حجرے کے ساتھ ساتھ دوسرے حجرات یعنی کمرے تیار ہوتے گئے۔

دوسری جگہ اس کی مزید تفصیل ملتی ہے کہ آپؐ کے ایک مخلص صحابی حارثہ بن نعمانؓ کے چند مکانات اس جگہ تھے۔ جب آپؐ کے عقد میں نئی زوجہ آتیں تو وہ اپنا ایک مکان دے دیتے یہاں تک کہ حارثہؓ کے تمام مکانات رسول اللہ ﷺ کے تصرف میں آ گئے۔ یہ چھوٹے چھوٹے کُل نَو مکان تھے۔ ان میں رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے آخری دس سال گزارے اور انہی میں سے ایک میں آپؐ دفن ہوئے۔

یہ مکان ایک چھوٹے سے کمرے (چار میٹر چوڑائی اور پانچ میٹر لمبائی) پر مشتمل تھے اور ساتھ اس سے بھی چھوٹا ایک صحن ہوتا۔ اینٹ اور پتھر کا استعمال نہ ہوا تھا۔ صحن کی چار دیواری کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں کی تھی۔ کمرے کی اونچائی اتنی تھی کہ ہاتھ اوپر اٹھائیں تو چھت کو لگ جاتا۔ آپؐ کے کمرے میں ایک رسی لگی ہوتی۔ اگر کوئی ملنے آتا تو اس پر کپڑا ڈال کر ملاقات کے وقت میں ملنے والوں سے علیحدہ بیٹھ کر گفتگو کر لیا کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے گھر کی سادگی کے بارے میں یوں بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے شکایت کی کہ چکی پیسنے سے انہیں تکلیف ہوتی ہے۔ اسی عرصے میں آنحضرت ﷺ کے پاس غلام آئے ۔حضرت فاطمہؓ آپؐ کے پاس تشریف لے گئیں لیکن آپؐ کو گھر پر نہ پایا۔ اس لیے حضرت عائشہؓ کو آپنی آمد کی وجہ کی اطلاع دے کر گھر لوٹ آئیں۔ جب آنحضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے آنجناب ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کی آمد کی اطلاع دی۔ حضرت فاطمہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ ہمارے پاس تشریف لائے جب ہم اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ مَیں نے آپؐ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ اٹھوں مگر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جگہ لیٹے رہو۔ پھر ہم دونوں کے درمیان آ کے بیٹھ گئے یہاں تک کہ آپؐ کے قدموں کی خنکی میرے سینے میں محسوس ہونے لگی۔ جب آپؐ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ مَیں تمہیں کوئی ایسی بات نہ بتاؤں جو اس چیز سے جس کا تم نے سوال کیا ہے بہتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب تم اپنے بستروں پر لیٹ جاؤ تو ۳۴؍ دفعہ تکبیر کہو۔ ۳۳؍ دفعہ سبحان اللہ کہو اور ۳۳؍ دفعہ الحمد للہ کہو۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ

آنحضرت ﷺ اموال کی تقسیم میں ایسے محتاط تھے کہ باوجود اس کے کہ حضرت فاطمہؓ کو ایک خادم کی ضرورت تھی اور چکی پیسنے سے آپؓ کے ہاتھوں کو تکلیف ہوتی تھی مگر پھر بھی آپؐ نے خادم نہ دیا بلکہ دعا کی تحریک کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی متوجہ کیا۔

اپنی بیٹی کے جہیز میں آپ ﷺ نے ان کو کیا دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فاطمہؓ کی شادی کی تو انہیں سامان بھیجا جس میں ایک ریشمی چادر تھی، چمڑے کا گدیلا جس میں کھجور کے ریشے تھے۔ دو چکیاں، مشکیزہ اور دو گھڑے تھے۔ اگر آپؐ زیادہ دینا چاہتے تو بہت کچھ دے سکتے تھے مگر آپؐ نے ایسا نہ کیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ آخری عمر میں ایک بادشاہ تھے۔ اس میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس بادشاہت سے حضورؐ نے دنیاوی فوائد کیا حاصل کیے۔ مثلاً بیوی بچوں کی آسائش، دوستوں کی آسائش اور رشتہ داروں کی آسائش، اس بادشاہت کے دور میں کہاں تک حاصل کی؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ

حضور ﷺ نے اس بادشاہت سے کوئی بھی دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کیا کیونکہ حضور ﷺ نے اپنی تمام تر زندگی میں لوگوں کے لیے قربانی پیش کی۔ حضورؐ نے ممالک مفتوحہ اور جائیدادوں کو اپنا ہرگز قرار نہیں دیا۔

حضورؐ کی وفات کے بعد سنی شیعہ کا جو اختلاف پیدا ہوا اس عظیم الشان اختلاف کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ حضور ﷺ نے جائیدادوں اور ممالک مفتوحہ کو اپنی ذاتی چیز اور ملکیت قرار نہیں دیا اور یہ جائز نہیں رکھا کہ یہ اشیاء حضورؐ کے خاندان کی طرف بطور ورثہ منتقل ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی کے بارے میں روایات میں آتا ہے۔ اسود کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ نبی ﷺ اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے کام کاج میں رہتے۔ یعنی ان کے کاموں میں مدد کیا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

آخر پر حضور انور نے پاکستان اور ملائیشیا میں مخالفت کا ذکر کر کے وہاں کے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک فرمائی۔

***

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad